فریبِ نظر

عالیہ بخاری

کتابی شکل: پاکستانی پوائنٹ ڈاٹ کام

لمبے سے برآمدے کے آخری سرے پر بڑا بے ہنگم سا کچن تھا۔

وہ اوپری منزل سے نیچے اُترا تو سیدھا چلتا ہوا اسی کے دروازے پر آ کر رکا۔

اُونچی چھت والا، کھلا کھلا سا کچن، جہاں اگر بالکل ایک طرف، دیوار کے ساتھ لگے چولہے اور دوسرا متعلقہ سامان دکھائی نہیں دے رہا ہوتا تو وہ اسے بڑی اماں کے گھر کا کوئی عام سا کمرہ ہی سمجھتا، جہاں بہت سارے لوگ محض اتفاقاً جمع ہو بیٹھے ہوں۔

اپنی دیوار کے ساتھ بچھے تخت پر سر جوڑ کر بیٹھی خواتین، چھوٹی سی کافی ٹیبل پر بیٹھے حضرات اور سلیب کے ساتھ کھڑی کچھ اور خواتین۔ ایک نظر میں ہی اُس نے اس سارے منظر کو تفصیل سے دیکھنا چاہا۔

مگر ابھی بہت کچھ اور تھا۔

"اوئے، ایاز! اندر آؤ نا۔ وہاں دروازے میں کیوں کھڑے ہو؟"

آملیٹ کے لئے انڈے پھینٹتی ہوئی شنو آپا کی نگاہ اُس پر پڑی تو انہوں نے اسے وہیں سے پکارا۔

مجمع اغیار میں وہی ایک مانوس شکل تھی۔

وہ کچھ جھجکتے ہوئے اندر چلا آیا۔

چاروں طرف مچے شور میں چند لمحوں کے لئے خلل سا پڑا۔ اپنی اپنی مصروفیت ترک کر کے سب ہی نے اس نووارد کا جائزہ لیا اور پھر گفتگو کا ایک نیا عنوان کھل گیا۔

"آپ کی تعریف؟"

"اتنی صبح صبح کہاں سے تشریف آئی ہے؟"

پہلے تو کبھی دیکھا نہیں۔" وغیرہ وغیرہ۔"

سوالات کی بوچھاڑ میں وہ اچھا خاصا بھیگ چکا تھا اور ستم یہ کہ اس کا جواب سننے کے لئے ان میں سے کوئی بھی اسے موقع دینے کے لئے تیار نہیں تھا۔

وہ سب ہی بے تحاشا بولتے تھے۔

اور ان لوگوں کے ساتھ اسے ایسے ہی رہنا تھا، جیسے بتیس دانتوں کے درمیان زبان۔ بے بس سی نگاہوں سے وہ سامنے کھڑی شنو آپا کو دیکھ رہا تھا، جو اپنے طور پر ایک ٹھیک ٹھاک سا سسپنس پیدا کر کے فخریہ طور پر مسکرا رہی تھیں۔

تب ہی بڑی ممانی نے پہیلی بوجھ ہی لی۔

"آمنہ کا بڑا بیٹا ہے، کل رات آنے والے تھے نا تم تو۔"

اپنے درست اندازے پر ان کا گورا رنگ خوشی سے سرخ ہو رہا تھا۔ "وہاں کیوں کھڑے ہو، ادھر میرے پاس آکر بیٹھو۔ یہاں۔" وہ ان کے حکم پر بے ساختہ کھنچتا چلا گیا اور اسی سال خوردہ تخت کے کنارے پر جا بیٹھا۔

بچپن میں دیکھا تھا تمہیں۔ بالکل بدل گئے ہو۔ اتنے سے کولے کر آئی تھی، آمنہ۔" انہوں نے تخت کے لیول سے ذرا ہی اوپر ہاتھ کا اشارہ کرتے ہوئے ایاز کا سابقہ سائز بتایا۔

ذرا جو اس غریب کو چین کا سانس لینے دیتے ہو۔ ہر وقت بیمار، ہر وقت کا رونا، جل جل کر رنگ بھی اس وقت تو سیاہ ہو رہا تھا، اب تو کافی اچھا رنگ نکال لیا ہے، تم نے۔" اُس کے سر پر ہاتھ پھیرتے ہوئے انہوں نے جو سپاس نامہ پیش کیا، وہ خاصا شرمندہ کرنے والا تھا۔

دبی دبی سی ہنسی کی آوازیں، اس نے خود بھی صاف سنی تھیں۔

رنگ تو بدل گیا، مگر باقی عادتوں کا پتہ نہیں، بدلیں یا نہیں۔" کسی نے بہت ہنس کر کہا بھی۔"

اچھا، بدتمیزی نہیں۔" بڑی ممانی نے اس سارے گروپ کو تنبیہی نگاہوں سے دیکھا، جن کے ہاتھ میں اُس کا مذاق"

اُڑانے کا اختیار انہوں نے خود دیا تھا۔

تھوڑے سے شرارتی ہیں، مگر دل کے بہت اچھے ہیں یہ سب۔ ابھی تمہاری ان سے دوستی ہو جائے گی تو پھر بہت"

"اچھا لگے گا تمہیں۔

انہوں نے شاید اسے تسلی دینے کے لئے کہا تھا۔ وہ خاموش ہی رہا۔

اگلے بارہ ہفتے اسے یہاں گزارنے ہی تھے۔ بڑی اماں کے گھر نہ سہی، کسی ہوٹل یا ہاسٹل میں سہی۔

میں بڑی ہوں اور یہ چھوٹی، اور یہ۔۔۔۔۔۔" انہوں نے حسبِ مراتب تعارف کرانا شروع کیا۔ حالانکہ وہ نہ بھی"

بتاتیں، تب بھی وہ پہچان چکا تھا۔

بڑی ممانی، چھوٹی ممانی اور چھوٹی ممانی کی بہن، آنٹی سلیا۔

پنجاب کے آخری سرے پر بسے گاؤں میں زندگی گزارتے ہوئے اماں کا چاہے کسی اور بات پر بس نہ چلا ہو، مگر انہوں

نے ننھیالی رشتوں کی پہچان اسے گھول کر پلائی تھی۔

بڑی اماں اُن کی سگی خالہ تھیں اور یہ تینوں سینئر خواتین، ان کی جانے کن کن رشتوں سے بہنیں بھی لگا کرتی تھیں۔

اپنا سارا تعلیمی دور ہاسٹل میں گزارتے ہوئے وہ جتنے دن کے لئے بھی گھر ہوا کرتا، وہ اسے ان سب رشتہ داروں سے

متعلق ذرا ذرا سی باتوں سے تفصیلاً آگاہ کرتی رہتیں، جن سے محض فون یا برسوں بعد ملنے کا ناتا رہ گیا تھا۔

انہیں شاید ڈر تھا کہ تعلق کا یہ آخری سرا بھی کہیں اُن کے ہاتھ سے نہ چھوٹ جائے اور وہ محض ان کا دل رکھنے کے لئے سب کچھ دلچسپی سے سنے جاتا۔

مگر اس وقت یہ ساری سابقہ معلومات بڑی حد تک کارآمد ثابت ہو رہی تھیں۔

رات گئے جب وہ یہاں پہنچا تھا تو صرف شنو آپا اور سہیل بھائی سے ہی ملاقات ہوئی تھی۔

جملہ اہلِ خانہ کسی مہندی کی تقریب میں گئے ہوئے تھے۔ شنو آپا نے یہ اطلاع دیتے ہوئے بڑی شرمندگی محسوس کی تھی۔

"اگر خبر ہوتی کہ تم آ رہے ہو تو ضرور کچھ لوگ تو گھر پر رُکے ہی رہتے۔"

حالانکہ اُسے کوئی ایسا خاص شوق بھی نہیں تھا، مجمع لگا کر وقت گزارنے کا۔ سو اُس نے تو دل میں شکر کا کلمہ پڑھا تھا اور کھانے سے فارغ ہو کر اوپر کی منزل میں اپنے لئے مخصوص کئے جانے والے کمرے میں جا کر آرام سے سو گیا تھا۔

سہیل بھائی کی فیکٹری کی وین ہارن دے رہی تھی۔

میری موٹر بائیک گھر پر ہی ہوتی ہے، سارا دن۔ تم فوزیہ سے چابی لے لینا۔ اور ویسے تو گاڑی بھی ہے۔ چاہو تو وہ لے جانا۔"

کچن سے نکلنے سے پہلے انہوں نے اپنی بیوی کی طرف اشارہ کرتے ہوئے ایاز کو تاکیداً کہا تو اس نے مسکراتے ہوئے اثبات میں سر ہلا دیا۔ فی الوقت اُسے گاڑی یا بائیک کسی کی بھی ضرورت نہیں تھی۔ اس شہر میں وہ مکمل طور پر اجنبی تھا، بغیر کسی کی گائیڈنس کے جاتا بھی تو کہاں؟

اب اُس سے ناشتے کے لئے پوچھا جا رہا تھا۔

اماں نے اکلوتی اولاد ہونے کے باوجود اسے نخریلا نہیں بننے دیا تھا اور باقی کسر ہاسٹل کے بدمزہ کھانوں نے پوری کر دی تھی۔ پر یہاں کوئی بھی یہ ماننے کے لئے تیار نہیں تھا۔

اصلی گھی کے پراٹھے، دیسی انڈے، مکھن۔ سب کا خیال تھا کہ وہ یہی سب ناشتے میں لیتا ہو گا، سو اُسے سادہ بریڈ سلائس کے ساتھ ہاف فرائی انڈا کھاتا دیکھ کر وہ سب ہی بڑے غیر مطمئن تھے۔

ٹیپو اور فراز، چھوٹی ممانی کے بیٹے تھے۔

ٹیپو کو اپنے بینک پہنچنا تھا اور فراز نے ابھی بیٹھے بیٹھے، آج یونیورسٹی سے چھٹی کر لینے کا پروگرام بنا لیا تھا۔

انتہائی بد اخلاقی کی بات ہے کہ سب گھر والے ایک ایک کر کے اپنے اپنے کاموں پر چل دیں۔ کم از کم میں تو ایسا "نہیں کر سکتا۔

کیوں، گھر پر اور لوگ بھی تو ہیں۔ اور وہ، مراد بھائی!" ایاز کو کچھ یاد آیا۔"

اُف۔۔۔۔۔۔۔" معلوم نہیں، اُس نے ایکٹنگ کی تھی یا واقعی اُسے حیرت ہوئی تھی۔"

"تو مراد بھائی کی شہرت چاروں طرف پھیل چکی ہے۔ دیکھا امی! آپ نے؟'

فراز نے چھوٹی ممانی کی طرف دیکھا۔

بڑا بھائی ہے تمہارا۔ ہر وقت مذاق مت اُڑایا کرو۔ سیدھا ہے، غریب۔ اس کا یہ مطلب تو نہیں کہ۔۔۔۔" وہ بڑبڑاتی ہوئی تخت سے اُٹھ کھڑی ہوئیں۔

ایاز کی سمجھ میں نہیں آیا کہ وہ آخر ناراض کس بات پر ہوئی ہیں۔ وہ ناشتہ کر چکا تھا اور شنو آپا نے اس کے ناشتے سے پہلے ہی یاد دلایا تھا کہ اسے ابھی دونوں ماموؤں سے ملنا ہے۔

وہ سیدھا وہاں سے نکل کر بڑی اماں کے کمرے کی طرف ہی آنا چاہ رہا تھا، مگر اس بڑے سارے گھر سے ابھی اس کی واقفیت بڑی سر سری سی ہی تھی۔ فراز کے موبائل پر بیل ہو رہی تھی۔ سو اُسے ڈسٹرب نہ کرنے کے خیال سے وہ خود ہی برآمدے میں سے اندر کی طرف جاتے کاریڈور میں مڑ گیا۔

انہیں کیا حق پہنچتا ہے، جو وہ میرے بارے میں اس طرح کی باز پرس کریں اور وہ بھی اتنے گھٹیا الفاظ میں۔ میں" صاف کہہ رہی ہوں، بڑی اماں! کسی دن اتنا برا ہو گا، جس کا آپ سوچ بھی نہیں سکتیں۔" اندر سے کسی کی تلخی میں ڈوبی آواز سنائی دے رہی تھی۔

وہ کچھ حیرت زدہ سا ہو کر وہیں رک گیا۔ اتنے خوش مزاج گھرانے میں اس بد اخلاقی کا کیا کام تھا، بھلا۔

جواباً وہ ہلکے ہلکے کچھ کہہ رہی تھیں۔ مگر اس کے پلے، سوائے دو چار الفاظ کے، کچھ نہ پڑ سکا۔ بہرحال پہنچا وہ بالکل صحیح جگہ تھا۔ بڑی اماں کے دروازے کے اوپر لگے آیت الکرسی کے فریم کو دیکھ کر اسے اتنا تو فوراً ہی کنفرم ہو چکا تھا۔

ہاں، تو میں نے کب منع کیا ہے؟ مگر ابھی کیوں؟ سانس لینے کے لئے تھوڑی سی ہوا تو آنے دیں۔ قربانی سے پہلے" "ہی دم گھٹ کر مر گئی تو سارا مزا ہی کرکرا ہو جائے گا، سب کا۔

پہلے سے بھی زیادہ اونچی آواز اور لہجے کی کڑواہٹ اور بھی بڑھی ہوئی۔

اسے اندر جانا چاہئے تھا، یا پھر یہیں سے واپس برآمدے میں جا کر کھڑا ہو جانا بہتر تھا۔ اس چھوٹے سے وقفے میں وہ یہ چھوٹا سا فیصلہ کر بھی نہیں سکا تھا کہ کمرے کا دروازہ ایک جھٹکے سے کھلا۔

گندمی رنگت والے چہرے پر اور تو کچھ خاص نہیں تھا، مگر آنکھیں بڑی خوب صورت تھیں۔ سبز سی، جھلملاہٹ دیتی ہوئی۔

اُس نے ایک نظر میں ہی جانا۔

شرم تو نہیں آتی، اس طرح چھپ کر کسی کی باتیں سنتے ہوئے۔ اور یہ سیدھے اندر کس طرح چلے آرہے ہو؟ روکا نہیں" "کسی نے تمہیں؟

حیرت بھری جھلاہٹ میں وہ اس سے کہہ رہی تھی۔ ٹھیک سامنے بیٹھی بڑی تائی کی "ہیں، ہیں" پر بھی جب وہ خاموش نہیں ہوئی تو انہیں مجبوراً اٹھ کر دروازے تک آنا پڑا۔

ایاز ہے۔ آمنہ کا بیٹا۔ رات آیا ہے۔ یوں ہی سوچے سمجھے بغیر بولنا نہ شروع ہو جایا کرو۔ مگر اور کیا سنتی ہو، جو یہ سنو گی۔ تم نے تو ٹھان ہی رکھی ہے، ہمیں شرمندہ کروانے کی۔" وہ خفا ہونے لگیں۔

" تو مت کہا کریں نا، مجھے کچھ۔ اس چڑیا گھر میں اور بھی تو جانور ہیں، انہیں سدھاریں۔"

بجائے شرمندہ ہونے کے وہ مزید ڈھٹائی کا مظاہرہ کر کے جاچکی تھی۔

برا مت ماننا، اس کا دماغ تو ہے ہی خراب۔ سمجھ میں نہیں آتا، کیا کریں۔ ہے بھی لڑکی ذات۔ لڑکا ہوتا تو تمہارے" "دونوں ماموں کب کا نکال چکے ہوتے یہاں سے۔

اسے اندر لاتے ہوئے بڑی اماں بتانے لگیں تو وہ اُن کی شکل دیکھنے لگا۔

اولاد کتنی ہی نافرمان اور بد تمیز کیوں نہ ہو، ان کے خاندان میں اس طرح کی کوئی مثال نہیں تھی کہ کسی کو گھر سے نکال دیا ہو۔

وہ پوچھنا چاہ رہا تھا، مگر اسے سکھایا گیا تھا کہ کسی کے بھی ذاتی معاملات میں دخل، حد درجہ بد تہذیبی کے زمرے میں آتا ہے۔

بڑی اماں کو بھی شاید اُس کے نووارد ہونے کا خیال آ گیا تھا، اسی لئے اپنے آنسو صاف کرتے ہوئے وہ اس سے ناشتہ کا پوچھنے لگیں تو اس نے بھی اس بدلے ہوئے موضوع میں ہی عافیت جانی۔ دونوں ماموں آفس جانے سے پہلے تائی کو خدا حافظ کہنے آئے تو ان سے بھی ملاقات ہو گئی۔

بہت اچھا ہوا، جو تم یہاں آ گئے۔ آرام سے اپنا کورس مکمل کرو۔ یہ تمہارا اپنا گھر ہے۔ جس چیز کی ضرورت ہو، بلا تکلف ہم سے، اماں سے یا کسی سے بھی کہہ سکتے ہو۔" ماموں دونوں ہی شفیق اور خوش مزاج تھے۔

یہاں ٹھہرنے کے بارے میں ایاز کی ہچکچاہٹ اور بھی کم ہونے لگی۔ کہیں بھی اکیلے رہنے کی نسبت یہاں کی ناخوش گواریت کہیں بھلی تھی۔

یہ آئمہ چلی گئی کیا؟" بڑے ماموں، اماں سے پوچھنے لگے تو ایاز کو اس معمہ کو حل کرنے کا پہلا سراغ مل ہی گیا۔

تو یہ آئمہ تھی۔۔۔۔۔۔ اس خوش حال اور خوش مزاج خاندان سے منسلک ایک دردناک کہانی کا آخری کردار۔

جس کا تفصیلاً ذکر اُس کی باتوں کے دوران حد درجہ شوقین اماں نے بھی کبھی نہیں کیا تھا۔ بس یوں ہی اور باتوں کے درمیان سرسری ساذکر آیا تھا، کبھی ان دونوں کے بیچ۔

ایاز نے ایک گہری سانس لیتے ہوئے اس کھلے ہوئے دروازے کی طرف دیکھا، جہاں سے وہ ابھی گئی تھی۔

میں نے آپ سے کہا بھی تھا کہ اس لڑکی پر سختی کریں۔ جب دل چاہا، منہ اٹھا کر چل پڑی۔ کسی سے پوچھنے کی

ضرورت تک نہیں اسے۔"

چھوٹے ماموں کا انداز زیادہ تند تھا۔

ایاز کو وہ، چھوٹی ممانی جیسے ہی لگے۔ جلدی غصہ میں آجانے والے اور جلد ہی بر امان جانے والے۔

نو بجے اس کا آفس لگ جاتا ہے تو گھنٹہ بھر پہلے نکلنا پڑتا ہے۔" بڑی اماں، جو تھوڑی دیر پہلے اس پر ناراض ہو رہی

تھیں، اب اُسی کی صفائی پیش کرنے لگیں۔

صاف لگ رہا تھا کہ یہ جھگڑا یہاں کافی پرانا ہے۔

رہنے دیں بس آپ۔ ہزار بار کہا ہے کہ پبلک ٹرانسپورٹ نہ استعمال کیا کرے۔ سہیل کا آفس بھی اسی راستے پڑ

ہے۔ وہ چھوڑ سکتا ہے، ہمارے ساتھ جا سکتی ہے۔ مگر بات سننا، ماننا سرشت میں ہو، تب نا۔"

صبح ہی صبح موڈ خراب ہونا اچھا شگون نہیں ہوتا۔" ایاز نے اماں سے یہی سنا تھا۔"

پتہ نہیں، چھوٹے ماموں نے بھی ایسا کچھ سن رکھا تھا یا نہیں۔

دیر ہو رہی ہے۔ اب کیا یہی قصہ لئے بیٹھے رہو گے؟" بڑے ماموں کے لہجے میں اُکتاہٹ سی تھی۔"

وہ اپنے چھوٹے بھائی کا بالکل اُلٹ تھے۔ ایاز کی طرف دیکھ کر مسکراتے ہوئے بولے۔ "تم کچھ خیال نہیں کرنا۔ یہ

باتیں تو گھر میں چلتی ہی رہتی ہیں۔"

جواباً اُسے بھی مسکرانا پڑا۔ کچھ بھی تھا، یہاں اپنائیت کا احساس گہرا تھا۔

اور گھر میں اگر بڑے کسی بات پر تنبیہ کرتے ہیں تو چھوٹوں کی درستی کے لئے ہی کرتے ہیں۔ اور یہ لڑکی

آئمہ۔۔۔۔۔۔۔جو ابھی ذرا دیر پہلے ہی اس پر بے بات برس چکی تھی،اس کو تو یقیناً ضرورت بھی تھی۔

ایاز کو بالکل بھی برا نہیں لگا تھا۔

وہ جس کورس کے سلسلے میں یہاں آیا تھا،وہاں جوائن کرنے میں ابھی ایک دن بیچ میں اور تھا۔سو اِس وقفے میں وہ اس شہر سے تھوڑی سی مانوسیت پیدا کرنا چاہ رہا تھا۔

اس وقت فراز اُس کی خاطر چھٹی کئے بیٹھا تھا،باقی لوگ بھی کم کو آپریٹو نہیں تھے۔

فراز، ٹیپو، سہیل بھائی، تینوں ہی بڑی تندہی سے اسے لئے گھومتے پھرے۔

اگلے دو دن اُسے پتہ بھی نہیں چلا کہ کب گزر گئے۔گھر والے اُس کی خاطر تواضع کے لئے بے چین تھے۔مگر وہ انہیں دستیاب ہی نہیں ہو رہا تھا کہ وہ اُسے بہت دل لگا کر پکائی گئی بریانی،قورمے، کباب اور اسی طرح کی ڈھیروں چیزیں کھلا سکیں۔

وہ لوگ جہاں تہاں پھرتے اور جہاں کہیں کھانے کا وقت ہو جاتا،ذرا بھی دیر کئے بغیر یہ فرض بھی انجام دے ڈالتے۔

شہر میں قدم قدم پر فوڈ پوائنٹس کی بھرمار تھی،جہاں کے چٹخارے خود بخود روک لیتے تھے۔

مگر اب اس ذائقہ دار سلسلے کی روک تھام بھی ضروری ٹھہری تھی۔

''آج رات کے کھانے پر سب کو وقت پر موجود رہنا ہے۔شوما،چائنیز بنا رہی ہے۔''

آفس سے آنے کے بعد جب جملہ گروپ،روز کی آوارہ گردی کے لئے فریش ہو کر نکلا ہی چاہتا تھا، آنٹی سلیا نے دھمکی آمیز لہجے میں اطلاع دی۔

سارادن ہو گیا ہے، اس غریب کو لگے ہوئے۔ اب اگر تم لوگ اسی طرح غائب رہے تو میری تو بچی کا دل ہی ٹوٹ جائے گا۔"

فراز، ٹیپو اور ایاز، تینوں ہی نے ایک دوسرے کی طرف دیکھا اور نگاہوں ہی نگاہوں میں جو فیصلہ ہوا، وہ آنٹی سلمیٰ کی مرضی کے عین مطابق تھا۔

آنسہ، شمائلہ، سلطانہ کے ارینج کردہ ڈنر میں وہ سب ہی ٹھیک سوا نو بجے ڈائننگ روم میں آ بیٹھے تھے۔

یہاں بیٹھنا ضروری تھا، کیا؟ وہیں کچن میں بھی تو آرام سے بیٹھ کر کھایا جا سکتا تھا۔" ٹیپو نے بے چینی سے پہلو بدلتے ہوئے کہا تو سب ہی فوراً متفق ہونے لگے۔

اصل میں کچن کی ان فارمل سی سیٹنگ کے وہ سب بے حد عادی تھے۔ خود ایاز کو بھی گھر میں سب سے اچھی جگہ وہی لگا کرتی تھی۔ لیکن آج اس سلسلے میں خصوصی ہدایات تھیں۔

"سب لوگ یہیں بیٹھیں گے، آنٹی کی سختی سے ہدایت ہے، ورنہ شوما کے تیار کردہ کھانوں کی سخت توہین ہوگی۔"

شنو آپا کا لہجہ بے حد رُوکھا ہو رہا تھا۔ دل ہی دل میں اُنہیں اس بات کا قلق تھا کہ ان کے محنت سے تیار کردہ بریانی، قورمے کو نظرانداز کرنے کے بعد آج وہ لوگ شمائلہ کے چائنیز کو کس درجہ اہمیت دے رہے ہیں۔ پتہ نہیں، کیسے۔ مگر ایاز نے ان کی وجہِ ناراضی بغیر اُن کے بتائے ہی جان لی۔

وعدہ رہا۔ اگلے پورے ہفتے وہیں سب کھاؤں گا، جو آپ نے فریزر میں جمع کر کے رکھا ہوا ہے اور چائنیز کا تو مجھے بالکل بھی شوق نہیں ہے، یقین مانئے۔"

اپنے طور پر اس نے ان کی دل جوئی کرنا چاہی۔ شنو آپا جیسی خیال رکھنے والی ہستی کو اس طرح ناراض کرنا واقعی اچھا

نہیں تھا۔

بات پسند، ناپسند کی نہیں ہے۔ اصل میں بد تمیز لوگوں سے سب ہی ڈرتے ہیں۔ میں بے چاری کسی کو کہہ بھی کیا سکتی"

"ہوں، جو کوئی میری پروا کرے۔

وہ واقعی ناراض تھیں۔

ٹیپو، فراز اور ایاز تینوں کو ہی اُن کو منانا پڑا۔

اور آپ نے اپنا مقابلہ کیا بھی تو کس سے۔ آنسہ، شمائلہ، سلطانہ سے، جو سال میں ایک بار ہی تکلفاً یا مصلحتاً کچھ پکا لیتی"

"ہیں۔ بے حد افسوس ہوا۔

ٹیپو کے کہنے پر وہ بے ساختہ ہی ہنس پڑیں۔

"ویسے آج کا کھانا کس زمرے میں آتا ہے؟ تکلف کے، یا مصلحت کے؟"

مجھ سے پوچھ رہی ہیں، یہ اتنی بڑی مصلحت سامنے بیٹھی ہے۔" ٹیپو نے ہاتھ سے ایاز کی طرف اشارہ کیا۔"

شنو آپا پھر سے ہنسنے لگیں۔

ایاز کو تھوڑا عجیب سا لگا۔ اس طرح کی چھیڑ چھاڑ یا مذاق اُس کی زندگی کا حصہ نہیں بنے تھے۔ وہاں ددھیالی گاؤں میں، جہاں بہت گنا چنا سا وقت گزارا کرتا تھا، کزنز میں اس طرح کی بے تکلفی پنپ نہیں سکی تھی۔ مگر یہاں جو یہ گروپ پہلی ملاقات سے ہی تشکیل پا چکا تھا، اس میں بڑی بے ساختگی تھی۔

خوامخواہ ہی۔" ایک جھینپی سی مسکراہٹ کے ساتھ اس نے ان لوگوں کی طرف دیکھا۔ "ویسے کچھ عجیب سا کنفیوژن" نہیں ہے، تمہارے ہاں ناموں میں؟ ٹیپو اور فراز ہمیشہ شمائلہ سلطانہ کہتے ہیں اور سلیا آنٹی، شوما۔ سیدھا سیدھا نام کیوں

"نہیں لیا جاتا؟ اور خود آنٹی سلیا کا نام بھی۔۔۔۔

"اب خود دیکھ لیں، مصلحت کوشی کا کامیاب نتیجہ۔"

فراز نے اُس کی بات کاٹ کر شنو آپا کی طرف دیکھا۔

کھانا ابھی میز پر آیا نہیں اور دلچسپی کا اظہار سامنے آگیا ہے۔ ابھی ناموں کا معمہ حل ہو جائے گا اور کل کو شخصیت کو سمجھنے کی کوشش شروع ہو جائے گی۔"

اس بار شنو آپا بہت زور سے ہنسیں۔ تھوڑے فاصلے پر بیٹھی نانی اور ممانیوں کے گروپ نے چونک کر ان کی طرف دیکھا اور پھر اپنی باتوں میں مصروف ہو گئیں۔

سلیا آنٹی کو نہ اپنا نام پسند ہے اور نہ شمائلہ کا۔ سلطانہ، شمائلہ دونوں ہی کو شارٹ فارم کر دیا ہے۔" شنو آپا بتانے لگیں۔"

ایاز کو تھوڑی سی حیرت بھی ہوئی۔

شمائلہ سے اس کی رسمی سی بات چیت ہوتی تھی، پر گھر میں چلتی پھرتی وہ ہر وقت ہی نظر آتی تھی۔ بظاہر بالکل سیدھی سادی، مشرقی روایتی لڑکی۔

اور سلیا آنٹی بھی کوئی ایسی خاص مختلف نہیں تھیں۔

دونوں ممانیوں کی نسبت وہ خاصی ایکٹو خاتون تھیں۔ سر پر اسکارف باندھے، وہ اکثر ہی باہر جاتی دکھائی دیتی تھیں۔

معلوم نہیں، ایسے کون سے کام تھے ان کے سر، جو ختم ہونے کا نام نہیں لیتے تھے۔

ایاز کا دل چاہا کہ وہ ان کے بارے میں مزید کچھ پوچھے، مگر خاموش ہی رہا۔ جانتا تھا کہ اب ایک لفظ بھی منہ سے نکالنے پر

ان سب نے مذاق اُڑا اُڑا کر اُسے زچ کر دینا ہے۔

کھانا بے شک مزے دار تھا۔

چکن منچورین، سویٹ اینڈ سار پرانز، فرائڈ رائس، چکن چلی وغیرہ وغیرہ۔

ذائقہ کا سارا کمال تازگی میں تھا۔

"ہمارے کھانے ہر لحاظ سے زیادہ بہتر ہیں۔ انہیں جتنی بار بھی گرم کر کے کھاؤ، ذائقہ ہمیشہ ویسے کا ویسا ہی رہتا ہے۔"

شنو آپا یہاں بھی حب الوطنی کو کھینچ لائیں۔

شمائلہ اور سلیا آنٹی کو ظاہر ہے، ان کی بات کھلنا ہی تھی۔ سارا دن سبزیاں چھیلتے، کاٹتے گزر گیا تھا۔

اصل میں نا، شنو! تمہیں عادت ہے، مرچ مسالوں والے کھانوں کی۔ اوپر سے گھی کی بھرمار۔ ایسے کھانوں کو تو اچھا رہنا ہی ہوتا ہے۔ بھلے دس دن بعد نکال کر کھاؤ۔ دو دو اُنگل گھی اوپر جما

"رہتا ہے۔ اور وہ بھی نقصان دہ۔

شنو آپا نے یوں ہی ایک بات کہی تھی۔ بحث کرنے کا کوئی ارادہ نہیں تھا، سو خاموش ہی رہیں۔

شمائلہ سب کے سامنے بڑھ بڑھ کر ڈشز رکھ رہی تھی۔ کئی بار ایاز کے سامنے بھی خصوصی طور پر بھی کچھ نہ کچھ رکھا تو کھانے سے زیادہ توجہ طلب اس کے ہاتھ لگے۔

بے حد سفید کلائیاں، جن میں بڑے اہتمام سے بہت ساری چوڑیاں پہنی ہوئی تھیں۔ ایک مستقل جھنکار تھی، جو اس کی موجودگی کا احساس دلائے ہی جاتی تھی۔

"میری شوما بہترین کھانا پکاتی ہے۔ آج کل کے زمانے میں اتنی سلیقہ مند لڑکیاں دکھائی کہاں دیتی ہیں۔ اور گھر"

"میں ٹِک کر رہنا تو محال ہے ان کے لئے۔

آنٹی سلیا مستقل کچھ اسی قسم کی باتیں کر رہی تھیں۔ ایاز نے صاف نوٹ کیا کہ بڑی اماں، کھانا کھاتے کھاتے رُک سی گئی تھیں اور شرمندہ سی نگاہوں سے ان کی طرف دیکھ رہی تھیں۔ جو کچھ آنٹی سلیا نے یاد دلانا چاہا تھا، اس میں وہ سو فیصد کامیاب رہی تھیں۔ چھوٹے ماموں ہلکے سے کھنکارے۔

یہ آئمہ ابھی تک آئی نہیں ہے نا۔" فردِ جرم عائد کرنے کے سے انداز میں پوچھتے ہوئے انہوں نے بطورِ خاص کسی کو بھی مخاطب نہیں کیا تھا۔ مگر یہاں ایسی متنازعہ باتوں کا جواب دینے کی ذمہ داری بخوشی چند لوگوں نے اُٹھا رکھی تھی۔ سو فوراًہی ایک کھچڑی سی پکنی شروع ہو گئی۔

"اس کے آنے جانے کا وقت کب مقرر رہوا ہے۔ جب جی چاہے نکل جاتی ہے اور جب چاہا گھر واپس آ گئی۔"

"اس کے لئے تو دن رات کی بھی قید نہیں۔ معلوم نہیں، ایسی کیا مصروفیت ہے۔"

چھوٹی ممانی اور سلیا آنٹی کے خیالات اتنے ملتے جلتے تھے کہ الفاظ میں بھی معمولی سا ہی ردّوبدل ہوتا تھا۔

چھوٹے ماموں نے یک دم ہی غصے میں آکر زور زور سے بولنا شروع کر دیا۔

تنگ آچکے ہیں اس لڑکی سے۔ نہ معلوم، کن گناہوں کی سزا ہے، جو ہم اسے بھگت رہے ہیں اور نہ جانے کب تک" ،، بھگتیں گے۔

ماحول پر بوجھل پن سا چھانے لگا۔

اچھا تھا کہ کھانا اب ختم ہونے کو تھا۔ ایاز بھی اپنے سامنے رکھی پلیٹ میں چاول،، چمچے سے اِدھر اُدھر کرتا رہا۔

"جگہ جگہ ٹریفک جام رہتا ہے، دیر سویر ہو جاتی ہے۔"

بڑے ماموں نے اُس کی طرف سے تھوڑی سی صفائی پیش کرنی چاہی، مگر وہ اور خفا ہو گئے۔

ایک اسی کے لئے ٹریفک کا مسئلہ کھڑا ہے، باقی سب بھی تو گھر پر ہیں۔ یہ لڑکی کنٹرول میں کبھی رہی نہیں ہے، بھائی

"صاحب! یہ خون کا اثر ہے، جو رنگ لا رہا ہے۔

ایاز کھڑکی کی طرف بیٹھا تھا، جانے کیسے اُسے وہاں باہر کی طرف کسی کی موجودگی کا احساس ہوا۔

حبیب بھائی کے ساتھ یہ بھی رخصت ہو جاتی، اس دنیا سے تو کب کا صبر آچکا ہوتا۔"

ایاز کی نگاہ مستقل شیشے پر جمی ہوئی تھی، جہاں سے اب صاف ایک سایہ گزرتا ہوا اُس نے دیکھا تھا۔

اور اب یہ سوچنا کہ اس نے ان ساری تکلیف دہ باتوں میں سے کچھ بھی نہیں سنا ہو گا، صرف بے وقوفی ہی تھی۔

یہاں اندر چھڑے اس قصے کے سیاق و سباق سے تھوڑی بہت واقفیت رکھنے کے باوجود بھی اُسے آئمہ کے لئے رنج

ہوا۔

یوں ہی کھوئی کھوئی نگاہوں سے وہ کھڑکی کے شیشوں کو تکنے گیا، جہاں نہ اب کوئی سایہ تھا اور نہ احساس۔ ٹیپو نے اسے

اپنی طرف متوجہ کیا تو وہ چونک کر اُس کی طرف متوجہ ہوا۔

ٹیپو اُسے وہاں سے اُٹھنے کا اشارہ کر رہا تھا۔

ایاز نے اُٹھتے ہوئے دیکھا، بڑی اماں دوپٹے کے پلّو سے اپنی آنکھیں صاف کر رہی تھیں۔

حبیب ماموں کا زخم، ان کے دل میں آج بھی ہرا تھا اور تا زندگی رہنا تھا۔

اس نے آزردگی کے ساتھ سوچا۔

سلیا آنٹی کی سجائی محفل خود ان کی اپنی بے وقوفی کے ہاتھوں بد مزہ انجام پر پہنچ چکی تھی۔ سو وہ ان لوگوں کو کھڑا ہوتے

دیکھ کر بے تاب ہونے لگیں۔

"کہاں جارہے ہو؟ بیٹھو نا۔ باتیں کرتے ہیں۔"

ذرا کام سے جانا ہے، سلیا آنٹی!" اس کے کچھ کہنے سے پہلے ٹپو نے سنجیدگی سے انہیں جواب دیا۔ شمائلہ البتہ پیچھے پیچھے" برآمدے تک آئی۔

آپ نے بتایا ہی نہیں کہ کھانا کیسا پکا تھا؟" وہ براہِ راست ایاز سے پوچھ رہی تھی۔"

اچھا تھا۔" مختصر سا جواب دیتے ہوئے اُس کی نگاہیں یوں ہی بے سمت اُلجھنے لگیں۔ معلوم نہیں،وہ کون سے کمرے" میں غائب ہوئی تھی۔

پتہ نہیں، کسی نے میرے مراد سے بھی پوچھا کہ نہیں،اسے کچھ اور تو نہیں چاہئے۔" چھوٹی ممانی متفکر سے لہجے میں" کہتے ہوئے اس کے پاس سے گزریں۔

برآمدے کے آخری سرے پر مراد بھائی کا کمرہ تھا، گھر کا سب سے اچھا کمرہ۔

ایاز جب سے یہاں آیا تھا،اس کی ان سے دو چار ملاقاتیں ہی ہوئی تھیں۔ وہ بھی بس ایسی ہی سر سری سی۔ اور تھوڑی سی دیر میں ہی ایاز کو اندازہ ہو گیا تھا کہ وہ اس کے بس کا روگ نہیں ہیں۔ اپنی کشادگی اور مہمان نوازی کے باوجود یہ گھر عجیب سی پراسراریت لئے ہوئے تھا،یا یہاں رہنے والے خود کو بے حد محدود رکھ کر ایسا تاثر گہرا کرتے تھے۔

ایاز کو تو کچھ ایسا ہی لگ رہا تھا۔

غنیمت تھا کہ جو چند لوگ،اُس کے ارد گرد تھے،وہ بہت بہتر تھے۔ ورنہ یہاں رہنا محال ہو جاتا تھا۔

"!فراز"

اُس روز جب وہ لوگ فراز اور ٹیپو کے مشترکہ کمرے میں بیٹھے تھے، اُس نے ایک اُلجھن کا سرا پکڑنا چاہا۔

"یہ آئمہ، اتنا الگ الگ کیوں رہتی ہے، سب سے؟ میرا مطلب ہے کہ سب لوگ اس سے ناراض ہی۔۔۔۔۔"

بہت جھجک کر اس نے یہ بات چھیڑی تھی۔ ٹیپو اور فراز دونوں ہی منہ سے نکلی بات کو مذاق اُڑا اُڑا کر کہیں سے کہیں پہنچا دینے میں کمال رکھتے تھے۔ آئمہ جیسی اچھی بھلی لڑکی کا ذکر تو ویسے بھی معنی خیز تھا۔

مگر اس بار ان دونوں کا ردِ عمل حیرت میں ڈالنے والا تھا۔

شروع سے ہی ایسی ہے۔ کچھ کہہ لو، سمجھا لو، اس پر اثر نہیں ہوتا۔ بے حس اتنی ہے کہ اسے بڑی اماں تک کا خیال" "نہیں، جن کی وجہ سے وہ اس گھر میں نظر آ رہی ہے۔

فراز کے لہجے میں بے زاری تھی۔

کیا کریں، اب تو زندگی بھر اسے جیسے تیسے برداشت کرنا ہی ہے۔ پیچھے ہے ہی کون اس کے اور۔" ٹیپو نے سر کو ہلکے سے جھٹکتے ہوئے کولڈ ڈرنک میں سے ایک گھونٹ بھرا۔

وہ، جو ڈر رہا تھا کہ اس کے منہ سے آئمہ کا نام سن کر ابھی وہ لوگ اس کی دلچسپی پر ایک نئی کہانی گھڑ لیں گے، بجائے مطمئن ہونے کے، اندر سے بے چین تھا۔

آئمہ اُس کے اندازوں سے بھی بڑھ کر نا قابل توجہ تھی۔ گھر کے صرف ان ہی لوگوں کے لئے نہیں، جنہیں وہ تھوڑا سا منفی طور پر سوچنے والا سمجھ رہا تھا، بلکہ ان کے لئے بھی، جو اس کے نزدیک بڑے خوش مزاج اور وسیع القلب تھے۔ اور کیا پتہ، یہی لوگ اپنی رائے میں درست ہوں۔ وہ کون سا اتنا کچھ جانتا ہے، جو کسی کے بارے میں صحیح اندازہ لگا

سکے۔"

دل میں اُبھرتی ہمدردی کی لہر کو اس نے سختی سے دبایا۔

تب ہی کمرے کا دروازہ ایک جھٹکے سے کھلا۔ سامنے مراد بھائی کھڑے تھے۔

وہ اپنے کمرے سے بے حد کم نکلتے تھے اور اب جو انہوں نے یہاں آنے کی زحمت اُٹھائی تھی تو یقیناً کوئی خاص وجہ تھی۔

میری دوائیں ختم ہو گئی ہیں، اس وقت۔ اب میں صبح کو کیا کھاؤں گا؟ کہا بھی تھا، تم دونوں سے، ختم ہونے سے پہلے لا کر رکھ دیا کرو۔ مگر کوئی سنے، تب نا۔" وہ بے حد خفا تھے اور اپنے کمرے سے نکل کر سیڑھیاں طے کر کے اوپری منزل تک آنے میں ہی بری طرح تھک چکے تھے۔

آپ بیٹھ جایئے، مراد بھائی!" ایاز نے کھڑے ہوتے ہوئے ان سے کہا۔"

نہیں، میں۔۔۔ بس رہنے دو۔" انہوں نے رکھائی سے منع کرنا چاہا مگر اُن کا سانس پھول رہا تھا، سو ایاز کی پیش کش کو ماننا ہی پڑا۔

ایاز نے ایک گہری نظر ان پر ڈالی۔ زرد اور بے حد کمزور سے، مراد بھائی۔

ہر وقت کی چڑ چڑاہٹ نے ان کے چہرے پر مستقل کرختگی کی چھاپ چھوڑ رکھی تھی۔

اور شاید وہ اس وقت بھی نہیں مسکراتے تھے، جب اس کا ان سے پہلی بار تعارف ہوا تھا۔" ایاز نے یاد کرنا چاہا۔"

گھر میں کسی کو بھی میری پروا نہیں۔ امی، نو بجے ہی بلڈ پریشر کی گولی کھا کر سو چکی ہیں۔ ہر شخص کو اپنے آرام سے مطلب ہے۔" سامنے بیٹھے مراد بھائی نے والدہ کی سابقہ خدمات کو پل سے بھی کم وقت میں بھلا کر اگلا بیان جاری کیا۔

ہم ابھی لے آتے ہیں، آپ کی دوائیں۔ دیر کتنی لگے گی۔" فراز اور ٹیپو دونوں ہی اُٹھ کھڑے ہوئے۔"

"اس وقت کہاں ملیں گی؟ ٹائم تو دیکھو۔"

انہوں نے ایک تنبیہی نگاہ دیوار پر لگے کلاک پر ڈالی، جہاں پونے ایک کا وقت ہو رہا تھا۔

مل جائیں گی۔ آگے ایک پرائیویٹ ہاسپٹل ہے۔ اس کا میڈیکل اسٹور چوبیس گھنٹے کھلا رہتا ہے۔" ٹیپو نے گاڑی کی"

چابی اٹھاتے ہوئے ایاز کو بھی اشارہ کیا۔

بے وقت کام کرنے کا فائدہ؟ اب جب تک تم لوگ نہیں آؤ گے، تمہاری فکر میں بیٹھا رہوں گا۔ میری زندگی اچھی"

"مشکل میں ہے۔

فراز کے سہارے سیڑھیاں واپس اُترتے بھی وہ مستقل ہی بڑبڑاتے گئے۔

ایک انتہائی آرام دہ زندگی گزارتے ہوئے بھی وہ شکوہ کناں تھے۔ ایاز کو ان سے بڑی گہری ہمدردی محسوس ہو رہی

تھی۔

"سنو، مراد بھائی کو بیماری کیا ہے؟"

جب وہ لوگ اُن کی دوائیں لینے جا رہے تھے تو راستے میں اُس نے پوچھ ہی لیا۔

کوئی خاص نہیں۔ بس شروع سے کمزور بہت ہیں۔ اس لئے آئے دن کچھ نہ کچھ چلتا رہتا ہے۔ بخار، نزلہ، کھانسی۔ ابھی"

"تم نے دیکھا، اوپر تک آئے تو کتنا تھک چکے تھے۔

ٹیپو گاڑی ڈرائیو کر رہا تھا، سامنے نگاہ جماتے ہوئے بتانے لگا۔ وہ سب مراد بھائی کی بیماریوں کے اتنے عادی ہو چکے تھے

کہ ان کے لئے یہ سب معمول کا قصہ بن چکا تھا۔

تو وہ لگ کر اپنا علاج کیوں نہیں کرواتے؟ صحت مند ہوں گے تو کم از کم، بزنس میں ماموں کا ہاتھ تو بٹا سکیں گے۔"

"ورنہ اس طرح بے کار بیٹھ کر تو زندگی گزارنا مشکل ہو جائے گی۔

ایاز کو ایک دم ہی وہ بڑے مظلوم سے لگنے لگے تھے۔

وہ نہیں ٹھیک ہوں گے۔ اس لئے کہ وہ ٹھیک ہونا ہی نہیں چاہتے ہیں۔" پچھلی سیٹ پر بیٹھے فراز نے اس کی معلومات میں اضافہ کیا۔ "وہ کہتے ہیں کہ کمزوری میری ہڈیوں میں بیٹھ چکی ہے۔ بس آرام، اچھی غذا اور روزانہ مٹھی بھر وٹامن۔ اس طرزِ زندگی کے عادی ہو چکے ہیں اور کسی صورت اس سے نکلنے کے لئے تیار نہیں ہیں۔ ابا نے ان کے نام کچھ پیسہ فکس کر رکھا ہے۔ اور دو دوکانیں بھی ہیں، ان کے حصے کی۔ ان کا کرایہ بھی وہ خود وصول کرتے ہیں۔ ابا اور

"امی مطمئن ہیں کہ وہ اب کچھ نہ بھی کریں تو گزارے کی کم از کم پروا نہیں ہے۔

ایاز نے ایک گہری سانس لی۔

خوش حالی اور فراغت بھی بعض اوقات کتنے منفی اندازِ فکر کا سبب بن جاتی ہے۔

اور جو ہوتے یہی مراد بھائی، کسی لوئر مڈل کلاس کے فرد تو اس سے زیادہ گئی گزری حالت میں بھی نکلتے صبح سویرے،"

" کمانے کی فکر میں۔ اس بارے میں سوچنے کا وقت بھی نہ ہوتا ان کے پاس۔

کاؤنٹر پر کھڑا اسیلز مین جب دوائیں پیک کر رہا تھا، اس وقت تک وہ چپ چاپ ہی سوچے گیا۔

آتی سردیوں کی نرم سی دھوپ ابھی تک تخت کے ایک تہائی حصے پر آ رہی تھی۔

زبیدہ خاتون، تھوڑا سا سرک کر اس دھوپ بھرے حصے کی طرف آگئیں۔

معلوم نہیں، اس بار سردی ہی کچھ زیادہ جلدی شروع ہو گئی تھی، یا ان کے ہاتھ پاؤں معمول سے بڑھ کر ٹھنڈے ہوئے جارہے تھے۔ دونوں ہاتھوں کو آپس میں رگڑتے ہوئے وہ سامنے بیٹھے ہوئے بچوں کی طرف متوجہ ہوئیں۔

"الف دو زبر اَن، ب دو زبر بَن۔"

ابتدائی قاعدہ پڑھتے ہوئے بچے اُن کو متوجہ دیکھ کر اور بھی زور زور سے اپنی گردان کئے جارہے تھے۔ چھوٹا سا صحن پوری طرح بھرا ہوا تھا۔ اب پچھلے کچھ عرصے سے ان کے پاس آنے والے بچوں کی تعداد مستقل ہی بڑھتی جارہی تھی۔

گرمیوں میں تو صحن کی وجہ سے سہولت رہتی کہ مغرب کے بعد آنے والوں کو بھی وہ آرام سے یہیں بیٹھے بٹھائے پڑھا لیا کرتی تھیں، مگر اس بار سردی کی انہیں فکر تھی۔

چھوٹا سا کوٹھڑی نما کمرہ اور اس کے آگے بس دو قدم کی گزرگاہ، جسے کسی طرح بھی برآمدہ نہیں کہا جاسکتا تھا، کسی طرح بھی اس قابل نہ تھے کہ اس میں اتنے بچے سماجاتے۔

بہرحال، اللہ مالک ہے۔" اس وقت بھی انہوں نے کوئی حل نہ پا کر سارا معاملہ اللہ تعالیٰ کے سپرد کیا۔

جو بچے پڑھ چکے تھے، اب آہستہ آہستہ رخصت ہو رہے تھے۔ لکڑی کا چھوٹا سا دروازہ ادھ کھلا تھا، جس کے آگے ڈلا ٹاٹ کا پردہ انہوں نے خود محلے کے دکاندار سے لی ہوئی خالی بوریوں کو کھول کر سیا تھا۔

السلام علیکم، خالہ!" آواز پر انہوں نے چونک کر دیکھا۔"

بتول پلیٹ میں ڈھانپ کر کچھ لئے چلی آرہی تھی۔

وہ سیدھی کونے میں بنے چھوٹے سے باورچی خانے میں چلی گئی۔ جو کچھ لائی تھی،وہاں رکھ کر وہ ان کے پاس آبیٹھی۔

"!شلجم گوشت پکایا تھا۔ تھوڑا سا آپ کے لئے بھی لے آئی ہوں۔ روٹیاں بھی گرم ہیں۔ ابھی کھالیں،خالہ"

اُس کے اصرار پر وہ ہلکے سے مسکرادیں۔

"آج روزہ رکھا ہوا ہے۔ مغرب کے بعد کھالوں گی۔"

"رات ہی کو مجھ سے کیوں نہیں کہا، میں سحری ہی بنادیتی۔ کھایا ہی کیا ہو گا،آپ نے؟"

بتول بے چین سی ہو کر کہنے لگی۔

رات کا سالن رکھا تھا، میرے لئے بہت تھا۔ اب کیا ذرا ذرا سی بات کے لئے تکلیف دیتی رہوں۔ تم بھی بال بچے دار"

"ہو،سارادن دم لینے کی فرصت نہیں ملتی۔

وہ محبت سے اس کی طرف دیکھتے ہوئے بولیں۔ مگر وہ رنجیدہ ہو رہی تھی۔

آپ کے کام سے کیسی تکلیف؟میری تو خوش نصیبی ہے کہ مجھے اور میرے بچوں کو آپ کی شفقت نصیب ہے۔ اگر"

اتنی سی بھی خدمت نہ کر سکوں، آپ کی تو کیا فائدہ؟" بتول کی آواز میں نمی سی گھلنے لگی۔

اس کے گھر کی دیوار ان کے ساتھ ملی ہوئی تھی۔ سال پہلے جب وہ شادی ہو کر یہاں آئی تھی، تب ہی سے دور دراز کسی

آخری سرے پر چھوڑ کر آئی ہوئی ماں کا نعم البدل انہیں ہی سمجھتی تھی۔

خود زبیدہ خاتون کے لئے بھی وہ کسی بڑی محرومی کا ازالہ تھی۔ سو اکثر اسے منانا پڑ جاتا تھا۔ اس وقت بھی انہیں وعدہ

کرنا پڑا کہ آئندہ آدھی رات کو بھی وہ کسی کام کے لئے اسے ہی آواز دیں گی۔

چلتی ہوں خالہ! کپڑے رکھے ہیں،استری کرنے کے لئے۔ لائٹ کا کچھ اتا پتا نہیں ہے۔ آج کل تو بار بار جا رہی ہے۔"

"اوپر سے استری بھی پرانی، بڑی مشکل سے گرم ہوتی ہے۔

تھوڑی دیر اِدھر اُدھر کی باتیں کر کے وہ اُٹھ کھڑی ہوئی۔

اور ہاں، اب آپ آرام کریں، افطاری میں بنا کر بھیج دوں گی۔" دروازے سے نکلتے ہوئے اس نے پلٹ کر ان سے کہا اور پھر بغیر ان کا جواب سنے باہر نکل گئی۔

زبیدہ خاتون کی آنکھوں میں آنسو آنے لگے۔

کبھی کبھی انہیں خود بھی اپنے اوپر رشک آنے لگتا تھا۔ کتنی خوش قسمت تھیں وہ، جو اس طرح بے لوث چاہی جاتی تھیں۔

ایسی محبت، جو کبھی کبھی قریب ترین رشتوں میں بندھ کر بھی ہاتھ نہیں آتی، انہیں بے حساب حاصل تھی۔ اپنے رب کی رحمت خود سے بے حد قریب محسوس ہوتی۔

ایاز کو اماں کو فون کرنا تھا۔ مگر یہاں بڑے کمرے میں جمی محفل اتنی دلچسپ تھی کہ جب بھی وہ اُٹھنا چاہتا، واپس بٹھا لیا جاتا۔

"!ایاز کے آنے سے تو جیسے گھر کی رونق دوبالا ہو گئی ہے۔ کتنی دلچسپ باتیں کرتا ہے۔ کیوں آپا"

سلیا آنٹی نے معلوم نہیں، کون سی بار اس کی تعریف کرتے ہوئے چھوٹی ممانی سے بھی تائید چاہی تو وہ سارا بے تکلف ٹولہ بڑی معنی خیز سی ہنسی ہنسے گیا۔

اس خوبرو، برسرِ روزگار کنوارے میں سلیا آنٹی کی حد درجہ دلچسپی اب ڈھکی چھپی بات نہیں رہی تھی۔

"وہ جھینپ کر اس بار سچ مچ ہی اُٹھ گیا۔" مجھے اماں کو فون کرنا ہے۔ زیادہ دیر ہو گئی تو وہ سو جائیں گی۔

میرا بہت بہت سلام کہنا اُنہیں۔" سلیا آنٹی نے جلدی سے کہا۔"

اور ہم سب کا بھی بہت بہت سلام کہنا۔" کمرے سے نکل رہا تھا تو وہ سب با آواز بلند اسے کہتے سنائی دیئے۔"

کوریڈور میں سے نکلتے ہوئے وہ اگلی طرف آ گیا۔ یہاں اگلے بر آمدے میں بڑا سکون بھرا سناٹا چھایا رہتا تھا۔ وہ اطمینان سے ایک طرف پڑی کرسی پر بیٹھ گیا۔

دوسری طرف اماں اُس کے فون کی ہی منتظر تھیں۔ بے حد خوش ہوئیں، مگر ساتھ ہی گلہ بھی کرنے لگیں۔

"وہاں جا کر لگتا ہے، سب ہی کو بھول گیا ہے۔ نہ ماں یاد آتی ہے، نہ بہن بھائی۔"

جواباً وہ مصروفیت کا عذر پیش کرنے لگا تو وہ فوراً ہی مان بھی گئیں۔

"کوئی بات نہیں، بیٹا! ہر وقت کام مت کیا کرو، اپنا خیال بھی رکھا کرو۔"

جی اچھا۔" بڑی سعادت مندی سے اس نے فوراً ہی کہا اور دل میں اُن کی سادہ دلی پر تھوڑا سا شرمندہ بھی ہوا۔ یہاں" کون سے وہ پتھر توڑ رہا تھا۔ صبح کا سیدھا سادا آفس جانا ہی تو تھا۔ سہ پہر سے رات تک بڑی دلچسپ اور آرام بھری مصروفیت رہتی تھی۔

اماں اس سے اب یہاں کے حالات پوچھ رہی تھیں۔ ایاز کے یہاں رہنے سے انہیں دلی خوشی حاصل ہوئی تھی۔ میکے سے اپنا رابطہ پھر سے مضبوط ہوتا محسوس ہو رہا تھا۔ انہوں نے کتنی ہی دعائیں مانگی تھیں کہ ایاز کا دل یہاں لگ

جائے۔

دو چار مزید نصیحتیں سن لینے کے بعد وہ فون بند کرنے ہی والا تھا کہ انہیں ایک ضروری بات یاد آئی۔

میری تو بڑی تمنا ہے کہ تمہارا رشتہ یہیں، اسی گھر میں ہو جائے۔ خیر سے دو لڑکیاں ہیں وہاں، جو تمہیں اپنے لئے موزوں لگے۔" وہ کہتے کہتے ذرا رکیں۔

اُن کی آواز میں اتنی اُمید اور مان تھا کہ وہ فوری طور پر کچھ بھی نہیں کہہ سکا۔

یوں تو سلطانہ کی بیٹی بھی اچھی ہوگی، مگر میری خواہش ہے کہ تم آئمہ کو پسند کر لو۔ اس بچی نے بڑی محرومی والی زندگی "بسر کی ہے۔ میرا دل گواہی دیتا ہے کہ وہ تمہارے لئے بہترین ثابت ہوگی۔

وہ منہ کھولے سنے گیا۔ یہاں بیٹھ کر اُن کی غلط فہمی دور کرنا آسان نہیں تھا۔

سرسری سے انداز میں ہوں ہاں کرتے ہوئے اُس نے کل دوبارہ فون کرنے کا وعدہ کر کے اپنا موبائل آف کیا۔

اماں کی فرمائش اتنی غیر متوقع تو نہیں تھی۔ پچھلے دو تین سالوں سے ان کا من پسند موضوع اس کی شادی ہی تھا۔ مگر آج پہلی بار انہوں نے خاص طور پر کسی کا نام لیا تھا۔

معلوم نہیں، کیوں وہ آئمہ کو بہت مظلوم اور حالات سے پٹی پٹائی لڑکی سمجھ بیٹھی تھیں۔ ایاز کو ہنسی آنے لگی۔ اماں کا آئیڈیا بہت ہی فلاپ قسم کا تھا۔ وہ جو، باآسانی کسی کی بھی جان عذاب کرنے کی صلاحیت رکھتی تھی اور اُس کی خودسری کا تو وہ خود بھی گواہ تھا۔ اگر دل کو بڑا کر بھی لیا جاتا تو اس سے بس ہمدردی ہی کی جا سکتی تھی۔

کچھ سوچتے ہوئے وہ یوں ہی برآمدے کی سیڑھیوں پر آ کھڑا ہوا تو وہ سامنے ہی دکھائی دے گئی۔

بیلے کی کیاری کے پاس وہ اخبار کھولے بیٹھی تھی۔

بے آواز قدموں سے چلتا ہوا وہ اُس کے نزدیک جا کھڑا ہوا تو اُس نے چونک کر نگاہ اُٹھائی۔

یوں چوروں کی طرح کسی کے سر پر جا پہنچنا شاید آپ کی عادت ہی ہے۔" اُس کا لہجہ گو پہلی ملاقات کی طرح سخت" نہیں تھا، مگر وہ جتائے بغیر نہیں رہ سکی تھی۔

اور اس طرح سب سے الگ تھلگ ہو کر بیٹھ رہنا تمہاری۔" وہ پاس پڑی کرسی پر بیٹھتے ہوئے بولا۔ مگر وہ اس" تھوڑی سی جسارت پر ہی برامان چکی تھی۔

"میری اور آپ کی ایسی کوئی بے تکلفی نہیں ہے، جو آپ اس طرح مخاطب کر رہے ہیں۔"

اُس کا اشارہ "تمہاری" کی طرف تھا۔ ایاز ہلکے سے مسکرایا۔

"مجھے اصل میں اپنے سے چھوٹوں سے "آپ، جناب" کر کے بات کرنے کی عادت نہیں ہے۔"

اور مجھے لوگوں کا خوامخواہ فری ہونا سخت زہر لگتا ہے۔" ایک جھٹکے سے اخبار تہہ کر کے وہ اُٹھ کھڑی ہوئی۔"

میری بات سنو، آرام سے، پلیز!" وہ اُس کے موڈ کو یکسر نظر انداز کئے جا رہا تھا۔"

کیا کہیں گے آپ مجھ سے؟ اور میرے پاس بتانے کے لئے ہے بھی کیا؟ میری ساری معلومات تو آپ کو گھر والوں" "سے مل چکی ہیں۔

ایاز کے چہرے پر نگاہ جماتے ہوئے وہ اسی صاف گوئی کا مظاہرہ کر رہی تھی، جسے گھر والے بدتمیزی اور ناقابل برداشت گردانتے تھے۔

ایسی کوئی بات نہیں ہے۔" ایک لمحے کے لئے تو اُس کی زبان بھی لڑکھڑانے لگی تھی۔ "کوئی کچھ نہیں کہتا ہے"

" تمہیں۔ اور اگر کہتا بھی ہے تو اس میں تمہاری اپنی بھلائی ہے۔

میری بھلائی سوچنے والے، حبیب احمد صاحب کب کے دنیا سے تشریف لے جا چکے ہیں۔ اور باقی لوگ مجھے مجبوراً بھگت رہے ہیں، ایک سزا کے طور پر۔" اس نے آخری الفاظ پر خاصا زور دیا۔

ایاز کو سمجھنے میں ذرا دیر نہیں لگی کہ وہ اس روز کھانے کے کمرے میں ہونے والی، چھوٹے ماموں کی گفتگو کا جملہ ہی دوہرا رہی ہے۔

وہ سب کچھ ایسا تھا کہ کسی اچھے بھلے مضبوط شخص کی دل آزاری کے لئے بھی کافی تھا۔ یہ تو پھر ایک چھوٹی سی لڑکی تھی۔ ہمدردی کا نرم سا احساس اُس کے دل میں جاگنے لگا۔ شاید اس طرح اُسے اکیلا چھوڑ دینا ہی اس کی شخصیت میں آئی دراڑوں کا سبب بن رہا تھا۔

اسے کچھ ایسا ہی لگنے لگا تھا۔

ان کا غصہ بجا ہے، بڑے ہیں تمہارے۔ ان کی بات کا برا ماننا اچھا ہے کیا؟ اگر تم کہنا مانو تو وہ سب ہی تم سے خوش رہیں گے۔"

حالانکہ اسے پورا یقین تھا کہ وہ اس چھوٹی سی نصیحت کا بہت زیادہ برا مان جائے گی، پھر بھی پورے خلوص کے ساتھ وہ اُسے سمجھانے کی کوشش کئے گیا۔

"یہ سب لوگ بہت اچھے ہیں۔ تم ان کے قریب ہو کر دیکھو گی تو تمہیں مایوسی نہیں ہو گی۔"

خلافِ توقع وہ غصہ میں نہیں آئی، سر جھکائے بڑے صبر سے اس کی پوری بات سنے گئی۔

آپ کے خیال میں مجھے کیا کرنا چاہئے؟ میرے اعمال کی درستی کے لئے پہلا قدم کیا ہونا چاہئے؟ آپ ہی بتا دیں۔"

ایاز خاموش ہوا تو وہ بڑے عجیب سے انداز میں مسکراتے ہوئے پوچھنے لگی۔

اُس کے لہجے میں آئے ہلکے سے طنز کو نظر انداز کرتے ہوئے وہ اس بات پر خوش ہو گیا کہ اس نے کوئی مثبت بات کی تو سہی۔

شاباش!" اس نے جیسے کسی چھوٹے بچے کی طرح آئمہ کی حوصلہ افزائی کی۔"

وہ ہلکے سے ہنس پڑی۔

تمہیں کچھ زیادہ نہیں کرنا، بس اتنا ہی خیال رکھا کرو کہ اپنے آنے جانے کے اوقات تھوڑے ٹھیک کر لو۔ صبح بہت"

"جلدی نکلتی ہو اور واپسی بھی دیر میں ہوتی ہے۔ اسی ٹائم کو تھوڑا کم کر لو تو سب کو بہت اچھا لگے گا۔

وہ ایک مشفق ناصح کا رول نبھانے کے لئے پوری طرح تیار تھا۔

"میرا آفس بہت دور ہے۔ دو بسیں بدلنی پڑتی ہیں۔ کئی بار بہت لمبا انتظار بھی کرنا پڑتا ہے۔"

اس کے پاس بڑا مضبوط جواز تھا۔

تو مت جایا کرو، بس سے۔ چھوٹے ماموں کو تمہارا پبلک ٹرانسپورٹ سے جانا پسند نہیں ہے۔ اُن کا اور سہیل بھائی کا

"روٹ بھی وہی ہے۔ وہ لوگ آسانی سے چھوڑ سکتے ہیں، تمہیں۔

وہ جواباً کچھ نہیں بولی، مگر چہرے پر پھیلی کش مکش صاف ظاہر ہو رہی تھی۔

ایاز!۔۔۔۔۔۔ ایاز!" برآمدے میں سلیا آنٹی کھڑی آوازیں دے رہی تھیں۔ اس نے ان کی طرف دیکھ کر ذرا رکنے کا اشارہ کیا مگر وہ کچھ مضطرب سی ہو کر سیڑھیوں پر آکھڑی ہوئیں۔

وعدہ کرو، کل سے مانو گی نا میری بات؟" کسی بے حد اچھے دوست کی طرح اس کا اصرار جاری رہا تو آئمہ کا سر خود بخود

اثبات میں ہل گیا۔

"یہ ہوئی نا بات۔ چلو، اب اندر آ کر سب کے ساتھ بیٹھو۔"

ایاز کو اس وقت بڑی خوشی حاصل ہوئی تھی۔

نہیں، میں یہاں ٹھیک ہوں۔ آپ جائیں۔ دیکھیں، سلیا آنٹی ابھی تک کھڑی ہیں۔" اس بار اُس کی مسکراہٹ بھی

شفاف تھی اور لہجہ بھی۔ اور اتنے دنوں میں شاید آج پہلی بار اس نے آئمہ

کو اس طرح مسکراتے ہوئے دیکھا تھا۔

لمحے بھر کے لئے اُس کی نگاہ آئمہ کے چہرے پر ساکت ہوئی۔

ایاز!" اس بار سلیا آنٹی کی آواز میں بڑی بے قراری تھی۔ وہ جیسے کسی خیال سے چونکا۔"

جی۔۔۔۔۔۔ جی۔۔۔۔ آرہا ہوں۔" اس بار اُسے بنا توقف کیے اُن کی طرف جانا ہی پڑا۔ آئمہ کی ہنسی کی ہلکی سی

کھنک اُسے اپنے پیچھے سنائی دی تھی۔

"کیا کہہ رہی تھی، یہ لڑکی؟"

وہ بڑے مشکوک سے لہجے میں پوچھ رہی تھیں۔ ایاز کو اُن کا انداز اچھا نہیں لگا۔

کچھ نہیں۔" سرسری سے انداز میں کہتے ہوئے وہ کوریڈور میں مڑنے لگا تو وہ پیچھے ہی آئیں۔"

بہت چالاک ہے۔ پتہ نہیں، سارا دن کہاں کہاں کی خاک چھانتی پھرتی ہے۔ میں تو اپنی شوما کو اُس کے نزدیک بھی

"پھٹکنے نہیں دیتی۔ ایسی لڑکیوں کا کیا بھروسہ۔

آئمہ ایسی نہیں ہے، آپ غلط سمجھ رہی ہیں۔" اس نے بہ مشکل خود کو تلخ ہونے سے بچایا۔"

لو، تمہیں کیا پتہ؟ تمہیں یہاں آئے ابھی دن ہی کتنے ہوئے ہیں۔ گھر میں سب ہی کو اس سے شکایت ہے تو اس کا

" مطلب ہے کہ خرابی اسی میں ہے۔ اتنے سارے لوگ ایک ساتھ تھوڑی غلط ہو سکتے ہیں؟

بڑے کمرے کے دروازے تک آتے ہوئے وہ مسلسل اُس کی برین واشنگ کا فریضہ انجام دیئے گئیں۔

پتہ نہیں کیوں، یک دم ہی ایاز کا دل بڑے کمرے میں جمی اس دلچسپ سی محفل سے بھی اُٹھ سا رہا تھا۔ سو وہ اندر جانے

کے بجائے سیڑھیوں کی طرف مڑ گیا۔

شوما آج کوئی بڑی خاص چیز بنا رہی ہے۔ کسی کو بھی کچن میں آنے نہیں دیا ہے، اُس نے۔ کہہ رہی ہے، سرپرائز"

"دوں گی، سب کو۔

ان کے اصرار پر بھی جب وہ رکنے کے لئے تیار نہیں ہوا تو انہوں نے کم از کم شمائلہ کی آج کی تازہ کارکردگی سے اسے

آگاہ کرنا ضروری سمجھا۔

ایاز سے رسماً بھی کسی اشتیاق کا اظہار نہیں کیا گیا۔ اس وقت اُسے تنہائی درکار تھی۔

بستر پر لیٹا وہ بڑی دیر تک حالات و واقعات کا تجزیہ کئے گیا۔

بظاہر جو کچھ بھی تھا، صاف دکھائی دے رہا تھا، پھر بھی کوئی کھویا ہوا سرا تھا، جو ہاتھ نہیں آ رہا تھا۔ کبھی کبھی نظر سے زیادہ

دل قابلِ اعتبار ہوتا محسوس ہوتا ہے۔ اُسے کچھ ایسا ہی تجربہ ہوا تھا۔

صبح چمکیلی اور روشن تھی۔

ایاز حسبِ معمول بڑی اماں کو خدا حافظ کہنے کے لئے اُن کے کمرے میں آیا تو بڑی خوشگوار حیرت منتظر تھی۔

"آپ مجھے آفس چھوڑ دیا کریں، تایا ابو! اور پھر واپسی پر بھی لے لیا کریں۔"

وہ اندر داخل ہو رہا تھا تو اُس نے آئمہ کو ان لوگوں سے کہتے ہوئے سنا۔

"آپ، اچھا۔۔۔۔۔۔ چلو، ٹھیک ہے۔"

وہ اتنا خوش ہوا تھا کہ اُس نے اُن لوگوں کا گڑبڑانا بھی نوٹ نہیں کیا۔

پتہ نہیں، تمہارے آفس کے ٹائم ،ہماری واپسی کے ساتھ میچ بھی کریں یا نہیں۔" چھوٹے ماموں شاید کوئی نہ کوئی نکتۂ اعتراض تلاش کرنے میں کامیاب ہو ہی جاتے، مگر آج آئمہ انہیں موقع نہیں دینا چاہتی تھی۔

آپ فکر مت کریں، میں ایڈجسٹ کر لوں گی۔" اُنہیں اطمینان دلاتے ہوئے وہ ان لوگوں کے ساتھ ہی باہر نکل گئی۔"

"شکر ہے، جو اس لڑکی کو بھی کچھ عقل آئی۔"

ایاز نے چونک کر بڑی اماں کی طرف دیکھا، اُن کے چہرے پر بڑا اطمینان تھا۔

VVV

اگلے چند دن یوں ہی بڑے پُرسکون سے انداز میں آگے بڑھے۔

آئمہ ان لوگوں کے ساتھ ہی آتی جاتی رہی۔

اُس کے بے وقت باہر ہونے پر جو اعتراضات ہر وقت ہی سر اُٹھائے رکھتے تھے، خود بخود ہی دم توڑنے لگے تھے۔ بس چھوٹے ماموں اور ممانی کسی کسی وقت جھنجلائے ہوئے سے محسوس ہوتے تھے۔ مگر اس کی وجہ آئمہ بھی ہو سکتی ہے۔ یہ خیال اُسے بہرحال نہیں آیا تھا۔

آج کل وہ خود بہت مصروف ہوتا جارہا تھا۔ جس ٹریننگ پر وہ یہاں آیا ہوا تھا، اب اپنے عروج پر پہنچی ہوئی تھی۔ شام ڈھلے جب پوری طرح تھک کر وہ واپس گھر آتا تو سوائے سونے کے، کسی اور بات کو دل ہی نہیں چاہتا۔

پھپو، فراز، شنو آپا، سلیا آنٹی، سب ہی کو اس کی حد سے بڑھی ہوئی مصروفیت سے شکایت رہنے لگی تھی۔

اس روز بھی وہ آفس سے آنے کے بعد سیدھا اوپر ہی جانا چاہ رہا تھا، مگر ان لوگوں کے اصرار پر باہر صحن میں بچھی کرسیوں پر آکر بیٹھ رہا۔

شمائلہ فوراً ہی چائے بنا کر لائی۔

بہت گہرے، سرخ رنگ کے سوٹ کے ساتھ میچنگ جیولری پہنے ہوئے وہ بڑی بھلی سی محسوس ہو رہی تھی۔

ایاز نے اب تک اچھی طرح جان لیا تھا کہ وہ بہت گہرے رنگ اور بڑی نمایاں قسم کی جیولری استعمال کرتی ہے، اس طرح اُس کی سفید رنگت اور بھی دل کش دکھائی دینے لگتی تھی۔

گہرے کٹ والے ملبوسات، لائٹ میک اپ اور دل لبھاتے انداز۔

نہ جانے کیسے، سلیا آنٹی نے بیٹی کو اتنی آزادی دے رکھی ہے۔" ایاز نے سامنے بیٹھی، سلیا آنٹی کی طرف دیکھتے ہوئے" سوچا، جن کی اُنگلیاں ہاتھ میں تھامی ہوئی تسبیح پر تیزی سے حرکت کر رہی تھیں۔ حالانکہ وہ مستقل ہی باتوں میں مصروف تھیں۔

کیا سوچنے لگے آپ؟" شمائلہ نے اس کے کھوئے کھوئے انداز کو نوٹ کر کے ہی پوچھا تھا۔"

بس،ایسے ہی۔" وہ جیسے کسی دھیان سے باہر آیا۔ نہ جانے شمائلہ نے اپنے طور پر کیا اندازہ لگایا تھا، جو ایک شرمیلی سی مسکراہٹ اُس کے لبوں پر پھیلی تھی۔ سلیا آنٹی نے بڑے تسلی بخش سے انداز سے بیٹی کی طرف دیکھا۔

صرف شنو آپا تھیں، جنہیں اس سارے سلسلے سے سخت کوفت ہو رہی تھی اور وہ کسی بھی موقع پر ایاز کے سامنے "ہوشیار باش" کا نعرہ لگانے سے نہیں چوکتی تھیں۔

ساری شام اپنے کمرے میں تیاریوں میں ہی لگی رہی۔ اب تم آئے تو فوراً ہی چائے بنا کر لے آئی ہے۔" وہ ایاز کے بالکل برابر بیٹھی تھیں۔

شمائلہ ذرا ہٹی تو سرگوشی کئے بغیر نہیں رہ سکیں۔ انہیں اس بات کا بھی ملال رہتا تھا کہ سارا دن ان کے کام میں لگے رہنے کا کریڈٹ دوسروں کے کھاتے میں جمع ہو جاتا ہے۔

تب ہی مین گیٹ سے اُسے آئمہ آتی دکھائی دی۔ وہ اکیلی ہی آئی تھی۔ ایاز کو حیرت ہو رہی تھی۔

السلام علیکم!" وہ سیدھی اندر جانے کے بجائے اس طرف چلی آئی۔"

"وعلیکم السلام۔"

ایاز کو صرف اپنی اور شنو آپا کی آواز ہی سنائی دی۔ یہاں ہر شخص ہی اُسے نظر انداز کئے رکھنے کا اتنا عادی ہو چکا تھا کہ یہ کوئی بڑی انوکھی بات نہیں تھی۔

تم اکیلی کیوں آئی ہو؟ آج واپسی میں ماموں ساتھ نہیں تھے کیا؟" وہ فوراً ہی پوچھے بغیر نہیں رہ سکا۔ مگر آئمہ کے کچھ کہنے سے پہلے ہی چھوٹی ممانی بڑی تیزی سے بولیں۔"

ماموں کو دس کام ہیں۔ وہ ایسی ڈیوٹیاں نہیں نبھا سکتے۔ دو تین دن لے گئے، شکر کرو۔ اور آئمہ کو تو سالوں گزر گئے"
"اکیلے آتے جاتے۔ اس کے لئے اب کون سی نئی بات ہو گئی ہے۔

ایاز اُن کی شکل دیکھے گیا۔

گویا صرف دو تین دن ہی وہ لوگ اس فرض کو انجام دے پائے تھے، وہ بھی بصد مجبوری۔

تو پھر آخر یہ سارا واویلا کس بات کا تھا؟

مگر وہ یہاں نہ غصہ کرنے کا حق رکھتا تھا اور نہ ہی حکم چلانے کا اختیار رکھتا تھا۔ خود کو بمشکل کمپوز کر کے اس نے سہیل بھائی کی طرف دیکھا۔

آپ آج کل گاڑی لے کر جارہے ہیں، سہیل بھائی! اور آپ کا آفس تو ہے بھی بالکل قریب۔ آپ کیوں نہیں آئمہ کو"
"لے جاتے، اپنے ساتھ؟

ہاں، لے جاؤں گا۔ کیوں فوزیہ؟" الفاظ ٹکڑے ٹکڑے ہو کر ان کے منہ سے نکلے اور بیگم کے سامنے ہاتھ باندھ کر"
کھڑے ہو گئے۔

بہت فرصت ہے جیسے آپ کو۔ روزانہ آفس لیٹ پہنچ رہے ہیں، اب دوسروں کو پک اینڈ ڈراپ کی سہولت پہنچاتے"
"کے چکر میں کہیں خود ہی اپنی جاب کو ڈراپ نہ کر بیٹھئے گا۔

بے ضرر دکھتی، خوش اخلاق سی فوزیہ بھابی کے ماتھے پر بڑی گہری شکن نمودار ہو چکی تھی۔

ایسا کوئی مسئلہ نہیں، فوزیہ بھابی! میں تو ویسے بھی عادی ہوں خود آنے جانے کی۔ یہ تو بس ویسے ہی۔۔۔۔۔۔"

آئمہ نے ایک اچٹتی ہوئی نگاہ، ایاز پر ڈالی۔ پر اب وہ اُس کی طرف نہیں دیکھ رہا تھا، اس کا سر جھکا ہوا تھا۔ ایک تلخ سی مسکراہٹ اُس کے چہرے پر آئی اور پھر وہ سر کو ہلکے سے جھٹک کر تیز قدموں سے اندر کی طرف چلی گئی۔

"دیکھا، وہ تو خود ایسی کسی پابندی کو قبول کرنے والی نہیں ہے۔ جو مزہ اس آزادی میں ہے، وہ چھن نہ جائے گا؟"

"دماغ تو ہر وقت ساتویں آسمان پر رہتا ہے۔ دیکھا، صاف جواب پکڑا کر گئی ہے۔"

چھوٹی ممانی اور سلیا آنٹی کی ملی جلی سی گفتگو، ناقابل برداشت ہونے لگی تو وہ اُٹھ کھڑا ہوا۔

"میرے سر میں درد ہو رہا ہے، شنو آپا! پلیز، ایک کپ چائے بنا دیجئے۔"

"ہاں، چلو۔" وہ فوراً ہی اُٹھ کھڑی ہوئیں۔"

فوزیہ بھابی سخت شکی مزاج خاتون ہیں۔ سہیل بھائی پر کڑی نظر رکھتی ہیں۔ سلیا آنٹی کے ڈر کی وجہ سے شمائلہ کو تو کچھ "کہہ نہیں سکتیں، اپنا سارا غبار آئمہ پر ہی نکالتی ہیں۔

شنو آپا چائے لے کر آئیں تو بتانے لگیں۔ "اچھا خاصا اس غریب نے اپنا روٹین سیٹ کیا ہوا تھا، تم نے بے کار میں اسے اور باتیں سنوا ڈالیں۔" وہ اس سے تھوڑا سا ناراض بھی تھیں۔

میں نے تو صرف اتنا چاہا تھا کہ گھر والوں کی اُس سے خفگی تھوڑی سی دور ہو جائے، یہاں سب کو اس کے اکیلے پھرتے "پر اعتراض تھا۔ میرا خیال تھا کہ اس طرح۔۔۔

غلط تھا تمہارا خیال۔" انہوں نے اس کی بات کاٹ ڈالی۔ "اور تم کس کس اعتراض کو دُور کرنے کی کوشش کرو گے؟ یہ ناراضیاں نہیں ہیں، جو دُور کر لی جائیں۔ یہ ایک تلخ حقیقت ہے، جسے پوری گہرائی کے ساتھ قبول کر لیا گیا ہے۔ آئمہ بری لڑکی ہے، اس کا بیک گراؤنڈ اس گھرانے کے لئے باعثِ شرم ہے اور وہ ایک ایسا بوجھ ہے، جسے بے

"حد نفرت کے ساتھ اُٹھانا پڑ رہا ہے۔ بس، بات ختم۔

شنو آپا کا چہرہ سرخ ہو رہا تھا اور ان کی آنکھوں میں نمی سی اُتری ہوئی تھی۔ کم از کم وہ اس اجتماعی بے حسی میں حصہ دار نہیں تھیں۔ ایاز نے ایک گہرا سانس لیا۔

"آئمہ یہاں کب آئی تھی، شنو آپا! میرا مطلب ہے، کس عمر میں؟"

دس گیارہ سال کی تھی۔ حبیب چچا نے اپنے انتقال سے ڈیڑھ دو ماہ پہلے ہی بڑی اماں سے معافی مانگ کر آئمہ کو ان" "کی سرپرستی میں دے دیا تھا۔ اصل میں ڈاکٹر اُن کی زندگی سے مایوس ہو چکے تھے اور یہ بات اُن کے علم میں تھی۔

یہ افسوس ناک سا قصہ اس نے پہلے بھی کبھی سن رکھا تھا، مگر تفصیلات میں جانے کا خیال پہلے کبھی نہیں آیا تھا۔

"اور آئمہ کی امی، وہ یہاں آئی ہیں کبھی؟"

جب ہاسپٹل سے حبیب چچا کی ڈیڈ باڈی لائی گئی تھی، اس وقت وہ یہاں ساتھ آئی تھیں۔ مگر بس، ایک دن ہی انہیں" یہاں رکنے دیا گیا تھا۔ سب لوگوں کا خیال تھا کہ آئمہ کی پرورش کے تو ایک طرح سے وہ اخلاقی طور پر ذمہ دار ہیں۔ مگر اُس کی اماں۔۔۔۔۔" ادھورا جملہ چھوڑتے ہوئے شنو آپا نے تاسف سے سر ہلایا۔ چند لمحوں کے لئے بڑی بوجھل سی خاموشی ان دونوں کے بیچ آٹھہری۔ کسی "مشکوک" سے گھرانے میں حبیب چچا کی شادی۔

خاندان والوں کا اس رشتے کو ماننے سے قطعی انکار، اور پھر حبیب چچا کی جواں سال موت اور آئمہ کی دربدری۔ یہ ساری باتیں کتنی ہی بار دہرائی جا چکی تھیں۔

بالکل ایسے ہی، جیسے خاندان میں دس اور اچھی بری باتوں پر خوشی اور افسوس کا اظہار کر لیا جاتا ہے، ان پر بھی کیا گیا تھا۔

مگر وہ بد نصیب افراد جو اس سارے سلسلے کو اپنے جیتے جاگتے وجود پر جھیل چکے تھے یا جھیل رہے تھے،اُن کی تکلیف کا ازالہ محض ''چچ،چچ'' کر کے نہیں کیا جا سکتا تھا۔

"اس کی امی،وہ اب کہاں ہیں؟"

یہیں،اسی شہر میں ہیں۔ پہلے بڑی اماں کبھی کبھار آئمہ کو ملوا لاتی تھیں۔ مگر جب گھر میں اعتراض بڑھنے لگا تو انہوں نے بھی چھوڑ دیا۔ لیکن آئمہ ان سے ملتی ہے۔ گھر والوں کے منع کرنے کے باوجود بھی،اسی لئے سب کو اس پر اور بھی زیادہ غصہ آتا ہے۔"

شنو آپا کے پاس بتانے کے لئے اور بھی بہت کچھ تھا،مگر رات کے کھانے کا وقت قریب آتا جاتا تھا،سو وہ چائے کا خالی کپ لے کر اُٹھ کھڑی ہوئیں۔

وہ بستر پر لیٹا چپ چاپ،بڑی دیر تک سوچے گیا۔ جب بھی وہ اماں کے منہ سے حبیب چچا کی محبت کا قصہ سنا کرتا تھا کہ کیسے انہوں نے سالوں گھر والوں کو اپنی پسند کی شادی پر رضامند کرنے کی کوشش کی اور جب ان کے چھوٹے بھائی کی بھی شادی کو کئی سال گزر گئے، تب مجبوراًانہوں نے خود اپنے طور پر یہ قدم اٹھالیا تو اسے نہ تو اس اتنی لمبی کھینچا تانی کی وجہ سمجھ میں آتی تھی اور نہ ہی وہ اُن کی ثابت قدمی سے کچھ ایسا زیادہ متاثر ہوتا تھا۔

وقت نہیں بدلا تھا،بس اقدار بدل چکی تھیں۔ اب کون گھر والوں کو منانے کا تر ذد کرتا ہے اور کسے ان کی ناراضی کی پروا ہوتی ہے۔

گھر والے بھی بے چارے ''اپنی عزت اپنے ہاتھ'' کے محاورے کو یاد رکھتے ہیں۔ جن باتوں پر پہلے کبھی شرمسار ہوا جاتا تھا،وہی اب ذریعہ افتخار بن چکی ہیں۔

بے چارے حبیب ماموں، وقت سے پہلے پیدا ہو گئے تھے، اس وقت ہوتے تو اپنی بیوی کی گائیکی پر شرمندہ ہونے"

"کے بجائے فخر کیا کرتے۔

اس رات سب کے بے حد اصرار پر بھی وہ کھانے پر نہیں گیا۔

صبح آنکھ معمول سے پہلے کھلی۔ نیچے ابھی معمول کی سرگرمی نہیں شروع ہوئی تھی، مگر وہ یہ سوچ کر نیچے کچن میں چلا آیا

کہ کم از کم، شنو آپا تو اُٹھ ہی چکی ہوں گی۔

چائے کی مخصوص مہک کچن میں داخل ہونے سے پہلے ہی محسوس ہو رہی تھی۔ اور علی الصبح ایک مزے دار سی چائے کا

کپ بھی کیا نعمت ہے۔

"شنو آپا! ایک کپ مجھے بھی۔"

وہ زور سے کہتے ہوئے اندر آیا تو ٹھٹک سا گیا۔ سامنے سلیب کے ساتھ کھڑی آئمہ، چائے کپ میں انڈیل رہی تھی۔

"اگر تکلیف نہ ہو تو۔۔۔۔۔۔۔"

اس کا جملہ پورا ہونے سے پہلے ہی وہ دوسرا کپ اُٹھا چکی تھی۔ ایاز، میز کے ساتھ بچھی کرسی پر بیٹھا تو اس نے چائے کا

کپ خاموشی کے ساتھ اس کے سامنے سرکا دیا۔

"!آئمہ"

جواباً محض اُس نے ایاز کی طرف نگاہ اُٹھا کر دیکھا۔ اُڑتی ہوئی بھاپ کے پیچھے اُس کی شفاف آنکھیں دھندلائی ہوئی سی

محسوس ہو رہی تھیں۔

"مجھے بے حد افسوس ہے کہ میری وجہ سے تمہیں اور زیادہ پریشانی اٹھانا پڑی۔"

نادانستگی میں وہ جو غلطی کر بیٹھا تھا، وہ دل پر بوجھ کی طرح دھری تھی اور اس سے بھی بڑھ کر ان دھندلاتی آنکھوں میں جمی کہر کو توڑنے کی خواہش سر اُٹھارہی تھی۔

"آپ خوامخواہ ٹینشن لے رہے ہیں، میں پہلے بھی کہہ چکی ہوں۔"

آئمہ کا لہجہ بے حد سرد تھا مگر وہ اس کی ہمدردی میں جس طرح بے سوچے سمجھے آگے ہی بڑھتا جارہا تھا، اُس نے نہ اُس کے لہجے پر دھیان دیا اور نہ ہی اُس کے ماتھے پر گہری ہوتی شکن کو۔

ایک نہ ایک دن ان سب کو اپنی غلطیوں کا احساس ہو گا۔ بس تم اپنے طور پر کسی کو شکایت کا موقع نہیں دیا کرو۔ سب" "کے ساتھ مل کر بیٹھا کرو، تاکہ۔۔۔

تاکہ مستقل ہی اُن کے جوتے کھاؤں اور ذلت بھری نگاہیں خود پر برداشت کروں۔" اُس کی قوتِ برداشت جیسے" ایک دم ہی جواب دے گئی۔ "میں یہی کر رہی ہوں، ایاز صاحب! اور زندگی بھر کروں گی۔ مہربانی کر کے آپ میری فکر کرنا چھوڑ دیں۔ اس گھر میں آپ کی دلچسپی کا دوسرا بہت سا سامان ہے اور وہ آپ کی توجہ کا اصل حق دار بھی "ہے۔

آئمہ کا چہرہ گلابی ہو رہا تھا اور وہ اتنی زیادہ خفا تھی کہ ایاز بس اُسے حیرت سے دیکھے ہی گیا۔

مجھے جب اتنے سالوں میں یہ سب مل کر نہ سدھار سکے تو آپ کیا ٹھیک کریں گے؟ ہاں، اگر اپنے ٹائم کو پاس" کرنے کے لئے ایکٹی وٹی کے طور پر آپ نے میرا انتخاب کیا ہے، تو دوسری بات ہے۔" وہ اُسے کتنا گرا ہوا سمجھ رہی تھی۔

ایاز کے لئے یہ ماننا مشکل ہو رہا تھا اور وہ بھی صرف اس لئے کہ وہ اپنی ہمدرد طبیعت سے مجبور ہو کر اس کے لئے کچھ اچھا کرنا چاہ رہا تھا۔

مجھے یہاں کوئی دلچسپی نہیں ڈھونڈنی. سمجھیں تم ؟ اتنی گری ہوئی باتیں۔۔۔۔ میں سوچ بھی نہیں سکتا تھا۔" ہاتھ میں پکڑا ہوا چائے کا کپ واپس ایک جھٹکے کے ساتھ رکھتے ہوئے وہ کچن سے باہر نکل آیا۔

سامنے برآمدہ خالی تھا۔ تیز قدموں سے چلتے ہوئے وہ سیڑھیوں سے ہوتا ہوا اپنے کمرے میں آ گیا۔ ابھی اُس کے جانے میں اچھی خاصی دیر تھی اور اتنے دن میں آج پہلی بار اُسے خود اپنے آپ پر بے حساب غصہ آ رہا تھا۔

کس نے کہا تھا کہ وہ ضرور ہی یہاں قیام کرے اور جب یہ حماقت کر ہی لی تھی تو چپ چاپ اپنا وقت گزار لینا چاہئے تھا۔ بے کار کی ہمدردیوں میں پڑنا لازمی تھا کیا ؟" کچھ تھا، جو اُسے بری طرح چبھا تھا۔

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

بس سے اُتر کر، تھوڑی دیر پیدل چل لینے کے بعد دائیں ہاتھ کو مڑ جانا تھا۔

بے وضع سے بنے مکانوں کے پہلو سے ٹیڑھی میڑھی، پتلی سی گلی اندر کی طرف مڑ رہی تھی۔ ہاتھ میں بھاری سا شاپر تھامے وہ ان ہی پیچ دار گلیوں میں تیز قدموں سے چلی جا رہی تھی۔

"آئمہ باجی آ گئیں۔"

سامنے والے مکان کی سیڑھیوں پر ٹافی، بسکٹ کی چھوٹی سی دکان سجائے بیٹھے بچے نے بڑی خوشی سے زور سے پکار کر کہا۔

کیسے ہو، ساجد ؟" آئمہ نے مسکراتے ہوئے اُس کا بڑھا ہوا ہاتھ محبت سے تھاما تو وہ کچھ شرما گیا۔"

"میں تو ٹھیک ہوں، خالہ کی طبیعت ٹھیک نہیں ہے۔"

اچھا۔۔۔۔۔۔" پریشان سی نگاہوں سے اس نے برابر والے لکڑی کے خستہ حال دروازے کی طرف دیکھا، جس کے

پیچھے سے ٹاٹ کا پردہ جھانک رہا تھا۔ صحن میں قدم رکھتے ہی اُسے بتول باجی نظر آ گئیں۔

اچھا ہوا تم آ گئیں۔ میں آج تمہیں فون کروانے ہی والی تھی۔" اُسے دیکھتے ہی وہ باورچی خانے سے نکل کر اُس کے

"پاس آ کھڑی ہوئیں۔ "خالہ کی طبیعت ٹھیک نہیں، بڑا تیز بخار چڑھ رہا ہے، بار بار۔

وہ بڑی بے تابی سے اس اکلوتے کمرے کی طرف بڑھی، جہاں بڑی سکون بھری گرمائش پھیلی ہوئی تھی۔

امی!" دیوار کے ساتھ بچھے پلنگ پر لیٹی زبیدہ خاتون کے بازو اُسے دیکھتے ہی وا ہوئے۔"

کتنی ہی دیر وہ ان کے سینے سے چپ چاپ لگی رہی۔

"ہفتے میں دو بار تو آتی ہے، آئمہ! مگر ہر بار ایسا لگتا ہے، جیسے برسوں سے بچھڑی ہوئی ہو۔"

بتول، دلیہ کا پیالہ لئے اندر آئی تو ہنس کر کہنے لگی۔

آئمہ مسکرا دی۔

"!برسوں ہی سے تو بچھڑی ہوں، بتول باجی"

ایسے نہیں کہتے۔ میں یہاں، اسی شہر میں ہی تو ہوں۔ جب چاہو، آ کر مل لیتی ہو۔" وہ اسے بڑی محبت سے دیکھ رہی"

تھیں۔

آئمہ نے ہلکے سے نفی میں سر ہلایا۔

آپ نے بہت زیادتی کی ہے، میرے ساتھ خود سے دور رکھ کر۔ کوئی اپنی اولاد کو بھی اس طرح دوسروں کے حوالے

"کردیتا ہے کیا؟

پھر وہی بے وقوفی کی بات۔" وہ کچھ خفا سی ہونے لگیں۔"

"وہ تمہارا اپنا خاندان ہے، ان کے ساتھ رہنے میں جو تحفظ اور امان ہے، اس کا تمہیں اندازہ ہی نہیں ہے۔"

جواباً اس نے بمشکل ہی خود کو کوئی تلخ بات کہنے سے باز رکھا۔

آپ کو اتنی جلدی جلدی کیوں بخار آنے لگا ہے؟ دوائیں وقت پر نہیں لیتی ہیں نا؟" ساتھ لائے ہوئے شاپر میں سے"

چیزیں نکال کر میز پر رکھتے ہوئے اس نے دانستہ بات بدلی۔

"دوا تو بتول بڑی ذمہ داری سے کھلاتی ہے۔ میں کہتی بھی ہوں کہ میں خود لے لوں گی، مگر اس کی تسلی نہیں ہوتی۔"

آئمہ نے تشکر بھری نظروں سے بتول کی طرف دیکھا۔ خلوص و محبت کا یہ ایسا سلسلہ تھا، جس میں "شکریہ" کہنے پر بھی

برا مان جایا جاتا تھا۔

آج صبح سے تو بخار اُترا ہے، مگر کل دن بھر اور ساری رات تو طبیعت بڑی خراب رہی، خالہ کی۔ میں تو سوچ رہی تھی کہ"

خالہ کو پھر کسی اچھے ڈاکٹر کو دکھائیں۔ یہ سڑک والے ڈاکٹر تو بس مکسچر گھول

"کردیئے جارہے ہیں، یا پھر بازار کی دوائیں دے رہے ہیں۔ کوئی ٹیسٹ وغیرہ کروایا ہی نہیں۔

بتول فکر مندی سے کہنے لگی تو انہوں نے جلدی سے بات کاٹ ڈالی۔

ابھی کوئی ضرورت نہیں، بہت دیر میں نمبر آتا ہے وہاں تو۔ آئمہ کو بہت رات ہوجائے گی، واپسی میں۔ پہلے بھی ایسے"

"ہی ہوا تھا۔

کوئی فرق نہیں پڑتا۔ آپ کو دکھانا زیادہ ضروری ہے۔" وہ بے نیازی سے سر جھٹکتے ہوئے بولی مگر وہ اور بھی سختی سے منع کرنے لگیں۔

"اب تو میری طبیعت بہت بہتر ہے۔ موسم تبدیل ہو رہا ہے، یہ سب اسی کا اثر ہے۔ تم لوگ زیادہ پریشان نہ ہو۔"

بتول کو اس کا بچہ بلانے چلا آیا تو وہ اُٹھ کھڑی ہوئی۔ آئمہ اُس کے اشارے پر پیچھے پیچھے آئی۔

خالہ کی طبیعت ٹھیک نہیں ہے۔ وہ خرچ کی وجہ سے منع کرتی ہیں۔ تمہارے بھائی آج کل بے روزگار ہیں، ورنہ میں خود ہی انہیں۔۔۔۔۔۔" شرمندگی کے ساتھ کہتے ہوئے بتول کی نظریں جھکنے لگیں۔

آئمہ کا دل بھر آنے لگا، مگر خود پر قابو پاتے ہوئے وہ اُسے اطمینان دلا کر واپس اندر چلی آئی۔

"اور وہاں، گھر پر تو سب خیریت ہے؟ تمہاری بڑی اماں اور دوسرے لوگ؟"

حالانکہ وہاں کسی کو بھی ان سے کوئی سروکار نہیں تھا، مگر وہ بڑے شوق سے ان سب کی خیریت دریافت کیا کرتی تھیں اور وہ، جو وہاں ان سب کے بیچ رہ رہی تھی، بے دلی سے بس "ہوں ہاں" کرتی رہی۔ انہیں ہر بار اُس کے یہ انداز کوفت میں بھی مبتلا کرتے تھے اور خوف زدہ بھی کرتے تھے۔

اپنے گھر میں اس طرح لاتعلق ہو کر نہیں رہا کرتے۔ یہ تو ان لوگوں کو شاباش ہے، جو تمہیں برداشت کر رہے ہیں۔" آخر کو وہ چڑ ہی گئیں۔" کتنا سمجھاتی ہوں، مگر تم نے تو جیسے ضد ہی باندھ لی ہے۔

اس نے کبھی ان سب کے سلوک کے بارے میں یہاں بات نہیں کی تھی۔ فائدہ بھی کیا تھا۔

اگر وہ سمجھ رہی تھیں کہ سر آنکھوں پر نہ سہی، مگر وہ جوتے کی نوک پر بھی نہیں سمجھی جاتی۔ تو اچھا تھا کہ ایسا ہی سمجھتی رہیں۔

خوش فہمی کے سہارے کچھ اور ملے نہ ملے، دل کو تھوڑی سی تقویت تو حاصل ہو ہی جاتی ہے۔ اور وہ انہیں کم از کم یہ تو دے ہی سکتی تھی۔

تمہارے ابو کی سب سے بڑی خواہش یہی تھی کہ تم ان کے خاندان کا حصہ بن کر رہو۔ اللہ کا شکر ہے کہ وہ پوری ہو کر رہی۔ آگے بھی ان لوگوں کا احسان ہے کہ انہوں نے تم کو خود سے دور جانے کا فیصلہ نہیں کیا۔ وہ ساری زندگی تمہیں اپنے قریب ہی رکھنا چاہتے ہیں۔"

آئمہ بڑی سعادت مندی سے اُن کی بات سنے جا رہی تھی، یک دم ہی ایک جھر جھری سی لے کر چونک پڑی۔

امی!" اس نے پرس کی زِپ کھول کر کچھ روپے ان کی طرف بڑھائے۔ "بتول باجی کو دے دیجئے گا، آج کل پریشان ہیں وہ۔"

وہ نہیں لے گی، بلکہ اُلٹا اُس کا دل خراب ہو گا۔ تم رکھو اپنے پاس۔" وہ پہلے کئی بار ایسی کوششیں کر چکی تھیں، سو اچھی طرح جانتی تھیں۔ آئمہ اصرار کئے گئی تو تھوڑے سے پیسے انہیں رکھنے پڑ گئے۔

ٹھیک ہے، بس اتنے لیے لیتی ہوں۔ وہ بھی اس لئے کہ تمہاری فضول خرچی کی نذر نہ ہو جائیں۔ اللہ کا شکر ہے کہ ساری ضرورتیں تمہاری وہاں، بنا کہے پوری ہو جاتی ہیں۔ پھر اس نوکری کی ضرورت کیا ہے آخر؟"

آئمہ ہلکے ہلکے مسکرائے گئی۔

بس اب تم جاؤ، اکیلی ہوتی ہو، مجھے فکر رہتی ہے۔" انہوں نے صحن کی دیوار پر سے تیزی سے غائب ہوتی دھوپ سے وقت کا اندازہ لگایا۔

آس پاس کے اونچے گھروں کی وجہ سے دھوپ یہاں سے جلد ہی غائب ہو جاتی تھی۔ وقت ابھی اتنا زیادہ نہیں ہوا تھا،

مگر ان کی تسلی کی خاطر اسے اُٹھنا ہی پڑا۔

بتول میرا بہت خیال رکھتی ہے، رات میں اُس کا ایک بچہ بھی یہیں، میرے پاس سوتا ہے۔ تم ہر وقت میری فکر"

"میں مت رہا کرو۔ اور ہاں، اب سیدھے گھر جانا۔ کہیں اِدھر اُدھر خریداری کرنے نہ کھڑی ہو جانا۔

جب تک وہ انہیں خدا حافظ کہہ کر نکلی، وہ مستقل ہی کچھ نہ کچھ کہے گئیں۔

اس لمبی پیچ دار گلی میں آگے مڑنے سے پہلے آئمہ نے پلٹ کر اس چھوٹے سے سناٹے میں ڈوبے گھر کو دیکھا، جس کی

دہلیز پر نہ جانے کتنی محرومیاں سکتی تھیں۔

تب ہی اس نے بتول کو اپنے گھر سے نکل کر واپس وہیں جاتے دیکھا۔

اور اگر اس کی زندگی میں بتول باجی بھی نہ ہوتیں تو وہ یہ کیسے جان پاتی کہ پیار، محبت، خلوص، خدمت جیسے خوب"

"صورت الفاظ محض الفاظ ہی نہیں ہیں۔

مین روڈ تک آتے ہوئے وہ یہی سوچے گئی۔

VVV

ایاز، پانچ چھ دن کے لئے پنجاب، اماں سے ملنے کے لئے گیا ہوا تھا۔

ایک تو وہ اُسے بے حد یاد کر رہی تھیں، دوسرے وہ خود آئمہ کے ہاتھوں ہونے والی افزائی کے بعد سخت بدمزہ ہو رہا

تھا۔

سو، پانچ چھ دن کا یہ چینج لینا ضروری ہو گیا تھا۔ واپس آیا تو پہلے سے بھی زیادہ ہشاش بشاش۔ ایاز کی اماں نے کتنی ہی

سوغاتیں بھجوائی تھیں اور یہ محض گاؤں کی مخصوص، دیسی گھی، مکھن وغیرہ وغیرہ پر مشتمل نہیں تھیں، ان میں بے حد

خوب صورت کڑھائی کئے ہوئے اور بلاک پرنٹنگ والے کاٹن کے سوٹ اور قیمتی قیمتی سی گرم شالیں بھی تھیں۔

اس نے سب کچھ لا کر بڑی اماں کے ہاتھ میں تھمایا تھا کہ والدہ کی نصیحت یہی تھی۔

اور اب جو گھر کی جملہ خواتین کو جس خوشگوار حیرت کا سامنا کرنا پڑ رہا تھا، یہ ایک الگ ہی منظر تھا۔

"کتنا خوب صورت کام ہوتا ہے، وہاں۔ ہمیں تو اندازہ ہی نہیں تھا، ورنہ اب تک کتنی ہی چیزیں منگوا لیتے۔"

"اور یہ کام یہاں پر کتنے میں ہو گا، اندازہ ہے آپ کو؟"

سلیا آنٹی، اپنی بہن کی ذہانت کا امتحان لینے پر تلی ہوئی تھیں اور وہاں سے جو جواب آیا تھا، وہ ان کپڑوں کی قدر و قیمت اور بھی بڑھا رہا تھا۔

پنک، پرپل کلر لڑکیوں کے تھے، اماں نے اُسے خاص طور پر تاکید کی تھی، سو یہ بات ایاز کو خاص طور پر کہنا بھی پڑی۔

"یہ سوٹ شمائلہ اور شنو باجی وغیرہ کے ہیں۔"

گھر میں ایک تیسری لڑکی بھی تھی، جس کا نام وہ خفگی کے اظہار کے لئے لے نہ سکا، مگر سلیا آنٹی نے شنو آپا کا نام بھی نہ سنا، انہیں صرف شمائلہ ہی سنائی دیا تھا۔

آمنہ آپا نے خاص طور پر شمائلہ کے لئے کپڑے بھیجے ہیں۔" اپنی پسند سے سب سے اچھے سوٹ چھانٹ کر وہ ہر ایک کو یہی بتاتی رہیں۔

دن بھر شنو آپا بڑی دل گیر ہوتی رہیں۔ انہیں اچھے اچھے سوٹ ہاتھ سے نکل جانے کا غم نہیں تھا، بلکہ اس وہم کے

یقین میں بدلنے کا تھا۔جو ان تحائف کی بنا پر دل میں مستحکم ہوا تھا۔

"ضرور، آمنہ خالہ نے شمائلہ کو بہو بنانے کا فیصلہ کرلیا ہے، جب ہی تو اس کے لئے یہ خصوصیت برتی ہے۔"

وہ اب ایاز سے کنفرم کرنے پر تلی ہوئی تھیں۔ حالانکہ وہ مستقل ہی انکار کئے جارہا تھا، مگر بات سو فیصد غلط بھی نہیں تھی۔

اماں سے وہ آئمہ کی بہ نسبت شمائلہ کی بہت زیادہ تعریفیں کر کے آیا تھا۔

وہ خوب صورت تھی، کھانا اچھا پکاتی تھی اور سب سے بڑی بات کہ گھر میں بڑوں کے مروّجہ قواعد و ضوابط کے طور پر رہتی تھی۔

جب اماں نے دونوں لڑکیوں کے بارے میں اس سے پوچھا، تب اُسے بتانا ہی پڑا تھا۔

وہاں تمہارے ابا کے خاندان میں کتنی ہی لڑکیاں ہوں گی، آمنہ خالہ وہاں کیوں نہیں تمہارے لئے لڑکی ڈھونڈ لیتیں؟ میکے کی محبت میں تمہاری زندگی کیوں برباد کرنے پر تلی ہوئی ہیں؟" شنو آپا کو دور بیٹھی ایاز کی ماں پر غصہ آرہا تھا۔

ابا کے خاندان سے ان کے بہت اختلاف ہیں۔ اگر وہاں کی شرط لگائی میں نے، تو وہ ساری زندگی مجھے کنوارا ہی بٹھائے رکھیں گی۔"

شمائلہ سے شادی کرنے سے، ساری زندگی کنوارا بیٹھے رہنا بہت بہتر ہو گا، تمہارے حق میں۔ مان لو میری بات۔" وہ بڑے پُر خلوص مشوروں پر اُتری ہوئی تھیں۔

آپ بھی تو ایک نہ دو، پورے چار سال بڑی ہیں، مجھ سے۔ ورنہ۔۔۔۔" وہ شرارت سے مسکرایا۔

بہت پٹو گے، میرے ہاتھ سے۔ تم سے لاکھ درجے اچھے ہیں، میرے منگیتر۔" شنو آپا کے منگیتر، ریاض میں مقیم تھے اور وہ ان پر بجا طور پر نازاں بھی تھیں۔ "تم جیسے کو صرف سلیا آنٹی اور شمائلہ ہی گھاس ڈال سکتی ہیں۔

"ان کی ڈالی ہوئی گھاس کھا کون رہا ہے؟"

اس بار وہ تھوڑا سا چڑ ہی گیا۔ شنو آپا بڑے زور سے ہنسیں۔ تب ہی اُن کی نظر آئمہ پر پڑی۔ معلوم نہیں، کب وہ بڑے کمرے کے اندر آ گئی تھی، اور بڑی اماں کے بیڈ کے ایک کونے پر بیٹھ چکی تھی۔

ایک سوٹ تم بھی لے لو، آئمہ! یہاں فری میں بٹ رہے ہیں۔" شنو آپا کہتے ہوئے اس طرف چلی گئیں۔"

ایاز نے نہ چاہتے ہوئے بھی اس کی طرف دیکھا، تو وہ مسکراتے ہوئے شنو آپا سے کچھ کہہ رہی تھی۔

وہ اس سے ناراض تھا۔

اور اتنے دن میں اس کے بارے میں ہمدردی سے کچھ سوچنے سے پرہیز بھی رکھا جاتا تھا، پھر بھی جب وہ سامنے ہوتی تو اُسے یکسر نظر انداز کرنا مشکل ہونے لگتا تھا۔

ان اتنے بہت سے کپڑوں میں ایک سوٹ تو آئمہ کے لئے بھی تھا، اماں نے خاص طور پر اس سے کہا بھی تھا۔

ایاز کو یاد آیا تو وہ یہی بات کہنے قریب چلا آیا۔

"مگر اب تو سب ختم ہو گئے۔ چار تو شومانے ہی لے لئے۔ اب واپس لو گے تو اُس کا دل برا ہو گا۔"

سلیا آنٹی، بچا کھچا سامان سمیٹ کر شاپر میں ڈالتے ہوئے بے نیازی سے بولیں۔

ایاز کو اُن کی خود غرضی بری لگی۔ مگر اس سے پہلے کہ وہ کچھ کہتا، آئمہ بول پڑی تھی۔

مجھے چاہیئے بھی نہیں، ویسے بھی تحفے کسی تعلق کے تحت لئے اور دیئے جاتے ہیں، بنا تعلق کے دی جانے والی شے"

"خیرات کے زمرے میں آتی ہے۔

سب ہی ایک دم چپ سے ہو گئے۔

بد تمیزی کرنے کی ضرورت نہیں ہے، یہ سب آمنہ آپا نے بڑی محبت کے ساتھ بھجوایا ہے۔ کپڑے خاص طور پر"

"شمائلہ کے لئے تھے، اس لئے اس نے لے لئے۔

چونکہ مالِ غنیمت سب سے زیادہ انہوں نے ہی سمیٹا تھا، اس لئے سب سے زیادہ خفا بھی وہی ہوئیں۔ تھوڑی سی غلط

بیانی، عموماً جائز کر ہی لی جاتی تھی، سو اس وقت بھی کر لی۔

میں نے آپ کو تو کچھ نہیں کہا، آپ کیوں برا مان رہی ہیں؟ اور شمائلہ بے چاری تو ویسے بھی ضرورت مند ہے، یہ"

"بات تو آپ خود ہی کہتی ہیں۔

گھر والوں کے ساتھ وہ عموماً ایسی طنزیہ ٹون میں بات کرتی تھی، مگر سلیا آنٹی جو خود ہر وقت شمائلہ اور اپنی ستم رسیدگی

کا پرچار کیے رکھتی تھیں، بالکل ہی آؤٹ ہونے لگیں۔

دیکھ رہی ہیں، بڑی اماں! اب تو حد سے بڑھتی جا رہی ہے یہ۔ بات کرنے کا انداز دیکھیں، جس کو جو منہ میں آیا، کہہ"

دیا۔" وہ روہانسی ہونے لگیں تو چھوٹی ممانی جذباتی ہو گئیں۔

تم بھی کس کی باتوں کا برا مان رہی ہو۔ اس نے تو سارے گھر کی زندگی حرام کر رکھی ہے۔ لڑکی ذات ہے، نکال کر"

"باہر بھی تو نہیں کر سکتے۔

کر بھی کیسے سکتی ہے؟ میرے باپ کا گھر ہے یہ، اور اتنا ہی میرا بھی ہے، جتنا آپ کے بچوں کا۔ کسی کا احسان نہیں"

"ہے، میرے اوپر۔

بڑی اماں مستقل ہی اسے چپ ہونے کا کہہ رہی تھیں، مگر وہ اٹھ کر چھوٹی ممانی اور سلیا آنٹی کے بالکل سامنے آکھڑی ہوئی تھی۔ اُس کا یہ انداز شاید سب ہی کے لئے نیا تھا۔ تب ہی وہ دونوں خواتین تھوڑی سی ہکابکا دکھائی دے رہی تھیں۔

بات شاید اور بھی بڑھتی، مگر شنو آپا نے اُٹھ کر نرمی سے اُس کا ہاتھ تھاما اور باہر لے جانے لگیں۔

"اپنے بچوں کے منہ کا نوالہ، اسے کھلا رہے ہیں، مگر ایسی احسان فراموش لڑکی ہے کہ۔۔۔۔"

چھوٹی ممانی، اپنی بہن کی دل جوئی کے خیال سے، اسے مستقل ہی برا بھلا کہے جا رہی تھیں۔ آئمہ دروازے سے نکل ہی رہی تھی، دفعتہ ہی پلٹی۔

جھوٹ مت بولیں۔ اٹھارہ سال کی عمر سے میں جاب کر رہی ہوں اور آدھی سے زیادہ تنخواہ ہمیشہ آپ کے ہاتھ پر رکھی ہے، یہ سب بھی جانتے ہیں۔"

اور یہاں واقعی سب ہی جانتے تھے، تب ہی کسی سے بھی فوری تردید نہیں ہو سکی۔

چار پیسے دیئے تو جتا بھی دیا۔ رہ رہی ہے، کھا پی رہی ہے، اس کا کوئی ذکر نہیں۔ کم ذات جو ٹھہری۔ اچھی مصیبت چھوڑ کر گئے، حبیب بھائی ہمارے لئے تو!" آئمہ جا چکی تھی، لیکن موضوعِ گفتگو ہی تھی۔

خدا کے لئے، اس مصیبت کو جلد سے جلد نمٹائیں اب تو۔" ایاز نے سنا، معلوم نہیں چھوٹی ممانی نے کس کو مخاطب کر کے کہا تھا۔

ماحول پر عجیب سا کھنچاؤ، کچھ دن برقرار رہا، اگر آدھے سے زیادہ دن آفس میں اور باقی وقت ٹیپو اور فراز کے ساتھ نہ گزر

رہا ہوتا تو شاید وہ آئمہ کی بدتمیزیوں پر اور بھی کُڑھ لیتا۔

اس روز اس نے جس طرح بد زبانی کی تھی، وہ اسے بھی کھلی تھی۔

گھر والوں کا رویہ کیسا بھی سہی، پر آئمہ نے بھی کون سی کسر چھوڑ رکھی تھی۔

وہ اسی طرح اپنی مرضی سے آتی جاتی اور خود پر کئے جانے والے ہر اعتراض کا ٹھونک بجا کر جواب دینا خود پر فرض سمجھتی۔ ایاز سے جب بھی سامنا ہوتا تو اس طرح نظر انداز کرتی، جیسے دیکھا ہی نہ ہو، حالانکہ اُس کا تو اس سارے معاملے سے کوئی تعلق بھی نہیں تھا، پر یہاں شاید گھن کے ساتھ گیہوں والا سلسلہ تھا۔

صرف شنو آپا تھیں، جن کے ساتھ اس کے تعلقات ہمیشہ بحال رہتے تھے۔ اور میں بھی، ایاز کو سو فیصد یقین تھا کہ سارا کمال خود شنو آپا کا ہی ہے۔ اس روز وہ آفس سے آیا، تو سلیا آنٹی اور شمائلہ تیار کھڑی تھیں۔

"!تمہارا ہی انتظار کر رہے تھے، ذرا ہمیں بازار تک لے چلو، پلیز"

سلیا آنٹی کا انداز زیادہ ملتجیانہ تھا، یا ان کے ساتھ کھڑی شمائلہ بے حد خوب صورت لگ رہی تھی، وہ بہر حال، انکار نہیں کر سکا۔ اندر تک تلخ ہونے لگا۔

ٹیپو اور فراز کی معنی خیز مسکراہٹوں کو نظر انداز کرتے ہوئے وہ اپنے کمرے میں جانا چاہ رہا تھا، مگر شنو آپا کھانا لگانے والی تھیں، سو اُسے وہیں بیٹھ رہنا پڑا۔

"!ٹریننگ شروع کر دی، تمہاری سلیا آنٹی نے"

سہیل بھائی اُس کے کندھے پر ہاتھ مارتے ہوئے مسکرا کر بولے۔ گو اُس نے ابھی تک باقاعدہ ایسے کسی ارادے کا

اظہار نہیں کیا تھا، مگر یہ سلسلہ روزبروز مزید کنفرم ہوتا جارہا تھا۔

آئمہ کھانے پر نہیں تھی،اور یہ کوئی نئی بات نہیں تھی،اس کے آنے جانے کے اوقات مقرر نہیں تھے تو، کھانے پینے کے کیا ہوتے؟ جب دل چاہا، کھالیا۔

چھوٹی ممانی،رات کا کھانا، مراد بھائی کے ساتھ،اُن کے کمرے میں کھاتی تھیں۔ معلوم نہیں کیوں،وہ کمرے سے باہر آکر بیٹھنے سے کتراتے تھے۔

میرا بے چارہ بیمار بچہ!" وہ ٹرے اُٹھا کر مراد بھائی کے کمرے کی طرف چلی گئیں۔اُن کی غیر موجودگی میں، خود" بخود ایک ریلیکس سا ماحول بننے لگتا تھا۔

شمائلہ،ایاز کے بالکل سامنے والی کرسی پر بیٹھی تھی اور بہت دھیان کے ساتھ،اس کے کھانے پینے کا خیال رکھ رہی تھی۔

یہ چاول۔

یہ چکن،یہ رائتہ اور

!یہ پانی کا گلاس

ایاز خود لے لے گا،تم آرام سے اپنا کھانا کھاؤ۔" اُسے ایک ایک چیز اُٹھا کر ایاز کے حضور پیش کرتے دیکھ کر، شنو آپا سے ضبط نہ ہوا تو کہہ ہی گئیں۔ مگر وہ اَن سنی کر کے،اپنا فرض انجام دیئے گئی۔

کسی نے آئمہ کو دیکھا، معلوم نہیں اس نے کھانا کھایا بھی یا نہیں۔" بڑی اماں، کمرے کے دروازے سے اندر جھانکتے" ہوئے پوچھ رہی تھیں۔

اپنے کمرے میں ہے، کھانا نہیں کھایا اُس نے۔ کہہ رہی ہے، بھوک نہیں ہے۔" شنو آپا نے بتایا تو وہ متفکر سی ہو کر لوٹ گئیں۔

تم بھی نا، بس۔" فوزیہ بھابی نے تنبیہی نگاہوں سے شنو آپا کی طرف دیکھا۔" ظاہر ہے، باہر سے کھا پی کر آئی ہو گی، تم نے لے کر بڑی اماں کو پریشان کر دیا۔"

سب ہی اُن کی بات سے متفق ہو گئے اور پہلی بار ایاز بھی۔

ایک پسندیدہ موضوع کی طرح تھوڑی دیر تک اسی کے بارے میں بات کرنا، گھر میں معمول کا حصہ تھا۔

"تو تم پر بھی آخر کار ان سب لوگوں کا اثر ہو ہی گیا۔"

وہ فریج سے پانی کی بوتل لے رہا تھا، تو شنو آپا نے سپاٹ سے لہجے میں کہا۔" ایک چھوٹی سی لڑکی کے خلاف اتنا بڑا محاذ۔

"پتہ نہیں، اس گھر کے لوگ اتنے بے حس کیوں ہیں۔ وہ بے چاری، کسی کا کیا بگاڑ رہی ہے؟ اور کیا بگاڑ سکتی ہے؟ اتنے سارے لوگ ایک ساتھ غلط نہیں ہو سکتے ہیں، اور ویسے بھی یہ آپ لوگوں کا اندرونی معاملہ ہے، میرا تو کوئی تعلق بھی نہیں ہے۔"

وہ آئمہ کی حمایت سے پکا پکا ہاتھ اُٹھا چکا تھا، سو لہجے میں خود بخود ہی رُکھائی در آئی۔ شنو آپا نے بغور اُس کی طرف دیکھا۔

"پتہ نہیں کیوں، مجھے لگا تھا، جیسے تم دوسروں سے مختلف ہو۔"

ادھوری سی بات کر کے وہ آگے چل دیں۔

مراد بھائی کے کمرے سے زور زور سے چلّانے کی آوازیں آرہی تھیں۔ کبھی کبھی وہ یوں ہی ہلڑ سا مچا دیتے تھے۔

!چیزوں کی اٹھا پٹخ، چیخنا چلّانا

شروع میں تو وہ بھی گھبرا کر فوراً ہی اُن کے کمرے میں پہنچ گیا تھا، مگر پھر اندازہ ہوا۔

آج کل اُن کے، اس قسم کے دوروں میں بڑی تیزی آئی ہوئی تھی، ایک آدھ دن چھوڑ کر، وہ یوں ہی شور مچا رہے تھے۔

ٹپو، فراز، سہیل بھائی، تینوں ہی ان کے کمرے میں جا چکے تھے۔ ایاز بھی وہیں چلا گیا۔ ایک صرف آئمہ تھی، جو وہاں نہیں تھی۔ باقی ہر ایک ہی، مراد بھائی اور ان کی والدہ سے اظہارِ یک جہتی کے طور پر وہیں تھا۔

عجیب بات تھی، وہ کبھی بھی وہاں دکھائی نہیں دیتی تھی، جہاں اُسے ہونا چاہئے تھا اور اس سے بھی عجیب بات یہ کہ وہ ان جگہوں پر ہمیشہ ملتی تھی، جہاں وہ اسے نہیں دیکھنا چاہتا تھا۔

اگلے تین دن تواتر سے ایسے ہی اتفاقات ہوئے۔ اگلے دن علی الصبح، جب وہ دودھ والے کے نہ آنے پر، شنو آپا کی خاطر، دودھ لے کر واپس آرہا تھا، وہ اُسے گھر سے نکل کر، اسی موٹر سائیکل والے مرد کے پیچھے بیٹھتی دکھائی دی۔

اس کے بعد، اسی پُر ہجوم سی سڑک کے کنارے، جہاں اس نے پہلے بھی اسے دیکھا تھا اور پھر تیسری بار جنرل ہاسپٹل کی وزیٹر لابی میں، جہاں وہ اپنے ایک کولیگ کی عیادت کے لئے گیا تھا۔

ہر بار وہ شخص اُس کے ہمراہ تھا، جسے یہاں گھر میں یقیناً کوئی بھی نہیں جانتا تھا، مگر آئمہ کے لئے اس کی اپنائیت کافی سے زیادہ تھی، تب ہی تو ہر بار ایک وہی اُس کے ساتھ۔

نہ کوئی تعلق، نہ واسطہ۔

پھر بھی ایک بے چین کرتی چبھن تھی۔

سلیا آنٹی اور شمائلہ کی خصوصی توجہ بھی کسی کسی وقت بور کرنے لگتی تھی۔

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

" آپ اتنی دیر سے یہاں اکیلے بیٹھے ہیں، میں نے سوچا، دیکھ ہی لوں جا کر۔"

شمائلہ بنا دستک دیئے کمرے کا دروازہ کھول کر اندر آئی تو وہ ہڑبڑا کر اُٹھ بیٹھا۔

گہری ہوتی شام کی ملگجی روشنی کمرے میں پھیلی تھی، اُس کا دل ہی نہیں چاہا تھا کہ اُٹھ کر لائٹ جلا لے۔

کیا بات ہے، کچھ پریشان ہیں؟" شمائلہ بالکل قریب آکھڑی ہوئی۔"

معلوم نہیں، اُس نے کون سا پرفیوم استعمال کیا تھا، جس کی بڑی دل فریب سی خوشبو، اطراف میں پھیل رہی تھی۔ ماتھے پر آئی بالوں کی لٹ کو اُس نے پیچھے کیا تو اُس کی چوڑیوں کی کھنکھناہٹ نے ماحول کی خاموشی کو بڑے خوب صورت انداز میں توڑا۔ اس نیم اندھیرے کمرے میں وہ بڑی نمایاں، بڑی دلکش دکھائی دے رہی تھی۔ لمحہ بھر کے لئے تو جیسے وہ بھی کسی ٹرانس میں آیا۔

"مجھے بھی نہیں بتائیں گے؟"

ایاز نے اس کے ہاتھ کے دباؤ کو اپنے کندھے پر محسوس کیا، تو جیسے چونک کر تھوڑا سا پیچھے ہٹا۔

نہیں، میں ٹھیک ہوں۔ کوئی بات نہیں۔" وہ مڑ کر لائٹ جلانے لگا۔"

ایک کمزور لمحے کی گرفت سے، وہ خود کو بمشکل بچا پایا تھا۔

"مجھے ایسا لگ رہا ہے، جیسے آپ پریشان رہتے ہیں، آج کل۔ نیچے بھی بہت کم رہتے ہیں۔"

شمائلہ کے چہرے پر عجیب سا تاثر تھا۔ شاید اسے ایاز سے ایسے ردِ عمل کی توقع نہیں تھی، مگر وہ اپنی مایوسی کو چھپانے کی پوری کوشش کر رہی تھی۔

"کام زیادہ ہے، شاید اس لئے ایسا لگ رہا ہوگا۔ میں بس اب نیچے ہی جا رہا تھا۔"

وہ اُس کی طرف دیکھنے سے گریز ہی کر رہا تھا۔ ابھی ابھی اُسے یہ تجربہ ہوا تھا کہ انسان کے لئے ڈگمگا جانا بڑی معمولی سی بات ہے۔

لیکن میں تو اب اوپر آ گئی ہوں، تھوڑی دیر یہیں بیٹھتے ہیں۔" وہ بہت آرام سے بیٹھتے ہوئے کہنے لگی تو اُسے بجا طور پر اندازہ ہونے لگا کہ خطرہ ابھی پوری طرح ٹلا نہیں تھا۔

شمائلہ کے انداز، اُس کا سراپا، اُس کا لگاوٹ بھرا انداز، سب ہی اُسے "ہوشیار، خبردار" کہتے سنائی دے رہے تھے۔

اور سب سے بڑی بات یہ کہ وہ اوپری منزل کے اُن سنسان کمروں میں، جہاں صرف لڑکوں ہی کا قیام تھا، یہاں اُس کے کمرے میں آ کر بیٹھی ہوئی تھی

کوئی بھی دیکھتا تو کیا سوچتا؟

یہ سوچ کر وہ خود تھوڑا سا گھبرایا ہوا تھا۔

تمہیں یہاں، میرے کمرے میں نہیں آنا چاہیئے تھا۔ یہ مناسب نہیں لگتا۔" کمرے کا دروازہ کھولتے ہوئے وہ کہہ ہی گیا۔

شمائلہ کے لئے اُس کی بات، پہلے سے بھی زیادہ غیر متوقع تھی، وہ ایک جھٹکے سے اُٹھ کھڑی ہوئی۔

"غلطی ہو گئی، جو یہاں آ گئی۔ مجھے نہیں معلوم تھا کہ آپ اتنے۔۔۔۔"

اُس کا چہرہ بالکل سرخ ہو رہا تھا اور وہ ایک دم ہی اتنی جذباتی ہو گئی تھی کہ اپنی بات ادھور چھوڑ کر، تقریباً بھاگتے ہوئے قدموں سے سیڑھیوں سے اُتری تھی۔

شاید وہ یہ کہنا چاہ رہی تھی کہ "آپ اتنے بے وقوف ہیں!" ایاز نے اس آدھی سنی بات کا سرا پکڑنا چاہا۔ کچھ بھی تھا، اُسے اپنے عمل پر اطمینان تھا۔

شمائلہ اُسے اچھی لگی تھی، اور اماں کا مستقل اصرار جلد ہی کوئی فیصلہ کُن گھڑی لانے والا تھا۔ پھر بھی یہ سب ابھی قبل از وقت تھا۔

اُس نے دل میں اپنے کردار کی مضبوطی پر نازاں ہونا چاہا، پر وہاں وہی اُداسی بھرا سکوت تھا، جس سے گھبرا کر، اُس نے اِن دنوں اپنے دل سے ہی منہ پھیر رکھا تھا۔

جب وہ نیچے آیا تو شمائل کہیں بھی دکھائی نہیں دی، یہاں تک کہ رات گئے تک بھی وہ اپنے کمرے سے نہیں نکلی۔ سلیا آنٹی کہہ رہی تھیں کہ اُس کے سر میں سخت درد ہے، یہ کہتے ہوئے انہوں نے ایک خفگی بھری نگاہ ایاز پر بھی ڈالی۔

وہ کچھ شرمندہ سا ہو کر دوسری طرف دیکھنے لگا۔ شمائلہ، اُس کے اندازوں سے بڑھ کر حساس تھی، اور اُس کے روّیہ کو دل سے لگا کر بیٹھی تھی۔

اگلی صبح اُس کی سوجی ہوئی آنکھیں دیکھ کر، وہ یہی سوچے گیا کہ کیسے اپنے روّیہ کی معذرت کرے۔

آج اتوار تھا۔

سب ہی لوگ گھر میں موجود تھے، شور بھی معمول سے بڑھا ہوا تھا۔ ٹپو، فراز اور شنو آپا جیسے نادان دوستوں کی موجودگی میں، سنجیدگی کے ساتھ کوئی سمجھ داری والی بات کرنا بھی مشکل ہوتا تھا۔

وہ محض کن اکھیوں سے ہی شمائلہ کی طرف دیکھ رہا تھا، تب بھی پکڑا گیا۔

ہم لوگ تمہاری طرف نہیں دیکھ رہے ہیں، بلکہ سمجھ لو، ہم نے بھی سلیا آنٹی کی طرح آنکھیں بند کر رکھی ہیں۔ تم آرام" "سے جہاں چاہو، دیکھ سکتے ہو۔

فراز بڑی اپنائیت سے کہہ رہا تھا۔

اچھا، خوامخواہ ہی۔" وہ جھینپ کر ہنسا۔"

لیجئے، جنہیں شرمانا چاہئے، اُن کا تو ایسا کوئی ارادہ دُور دُور نہیں دکھائی دیتا، یہ اُن کے حصے کا فرض بھی ادا کئے دے رہے" "ہیں۔

ٹپو عادتاً زور سے بولتا اور زور سے ہی ہنستا تھا۔ ایاز نے گھبرا کر اِدھر اُدھر دیکھا، مگر شکر ہے، وہاں شنو آپا کے علاوہ اور کوئی نہیں تھا۔

اور وہ اب، اس قصے سے سخت الرجک ہو چکی تھیں۔

"مجھے ان مذاق پر ہنسی بھی نہیں آتی۔ مہربانی کر کے یہ چھچھوری گفتگو اپنے کمرے میں ہی بیٹھ کر کر لیا کرو۔"

آپ بے کار میں ہی خفا ہو رہی ہیں۔ ٹپو ایک بار پھر ہنس پڑا۔ "اگر شمائلہ آپ کو ناپسند ہے تو بے چارے ایاز کا اس" "میں کیا قصور ہے؟

جواباً وہ بالکل خاموش رہیں، اس سے اندازہ ہو رہا تھا کہ وہ اب مزید کوئی بات نہیں کرنا چاہتیں۔

ایاز اُنہیں ناراض کرنا نہیں چاہتا تھا اور اُس کا خیال تھا کہ وہ جلد ہی مان بھی جائیں گی۔ آئمہ آج بھی گھر پر نہیں تھی۔ یہ خبر، فرداً فرداً سب کو سنانے کی ذمہ داری، سلیا آنٹی نے اُٹھا رکھی تھی۔ اور جب گھر میں کام کرنے کے لئے آنے والی ماسی تک یہ اطلاع پہنچ گئی، تب ہی ان کی تسلی ہوئی۔

ذرا دیکھو، صبح صبح ہی نکل گئی، بڑی اماں کو تو بس اطلاع دیتی ہے اور وہ کون سا بے چاری، پیچھے جا رہی ہیں۔ جو اُس نے کہا، انہوں نے مان لیا۔ اللہ معاف کرے بس۔" تسبیح کے دانوں پر تیزی سے چلتی اُن کی اُنگلیاں پل بھر کے لئے بھی نہیں رُکی تھیں۔

اتوار کے دن کی غیر حاضری کو اُس کی ڈھٹائی سے تعبیر کیا جا رہا تھا۔

ایاز کی نگاہوں میں اس موٹر سائیکل والے شخص کا چہرہ گھومتا تو باوجود شدید غصے کے، اُسے اس پر اندر کہیں، ایک دبا دبا سا رشک بھی محسوس ہوتا۔

اتوار کے دن اُسے اماں کو لازمی فون کرنا ہوتا تھا، اسی دن وہ اطمینان سے تفصیلی گفتگو کیا کرتی تھیں۔ آج انہوں نے اس سے زیادہ، بڑی اماں سے باتیں کیں اور جتنی دیر ان لوگوں کی باتیں ہوئیں، وہ وہیں بڑی اماں کے کمرے میں بیٹھا، نہ جانے کیا کیا سوچ گیا۔

"یہ لو، بند کرو!" بڑی اماں نے اُس کا موبائل آگے بڑھایا۔ "آمنہ سے تمہاری بات تو ہو چکی ہو گی، اس بارے میں۔"

"جی۔"

فوری طور پر اُس سے کوئی جواب بھی نہیں بن پڑا۔ اندازہ نہیں تھا کہ بڑی اماں تک یہ قصہ اماں نے وہیں بیٹھے بیٹھے پہنچا دیا ہے۔

سلطانہ کی بیٹی اچھی ہے. میرے لئے تو وہ بھی ایسی ہی ہے، جیسی شنو اور آئمہ۔ سلطانہ کی خود خواہش ہے کہ شمائلہ کا رشتہ تم سے طے ہو جائے۔ وہ کتنی بار مجھ سے کہہ چکی ہے۔" بڑی اماں، چپکے چپکے بتانے لگیں۔

جو سرسری سی رضامندی وہ اماں کے سامنے دے آیا تھا، اسی کو بنیاد بنا کر اماں نے یہاں بڑی اماں سے بھی مشورہ کر لیا تھا۔

تمہاری ماں، میری بڑی پیاری بھانجی ہے، ہے بھی بہت سادہ دل، جو بھی لڑکی ہو، اللہ کرے اس کے ساتھ پیار محبت" "سے رہ لے۔

بڑی اماں کی بات میں کہیں، خدشہ سا دبا تھا، مگر یہ ایسا ہی تھا، جیسا کسی بھی شادی میں ہو سکتا تھا۔

"اور پھر سب سے بڑی بات تو تمہاری پسند کی ہے، جب تمہیں شمائلہ پسند آ گئی ہے تو بس پھر ٹھیک ہی ہے۔"

ایاز نے ایک نظر اُن کی طرف دیکھا۔

وہ خوش تھیں یا نہیں، اُسے کچھ بھی اندازہ نہیں ہو رہا تھا اور اندازہ تو اُسے خود اپنے بارے میں بھی نہیں تھا۔

بڑی اماں اُسے سلیا آنٹی اور شمائلہ کے بارے میں بتاتی رہیں کہ کس طرح شادی کے کچھ عرصے بعد ہی اُن کی اپنے شوہر سے علیحدگی ہوئی اور پھر وہ شمائلہ کو لے کر پہلے چند سال اپنے والدین کے ساتھ اور پھر اپنی بہن، یعنی چھوٹی ممانی کے ساتھ رہنے لگیں۔

یہاں اس کا دل بہت لگا، بالکل گھر کا فرد بن گئی بہت جلد۔ اصل میں دونوں بہنوں میں محبت بہت ہے۔ پہلے تو خیال تھا کہ ٹیپو یا فراز میں سے ہی، کسی سے شمائلہ کی شادی ہو جائے گی، مگر سچی بات یہ ہے کہ لڑکے راضی نہیں، وہ اپنی "پسند سے کریں گے، اتنی دنیا دیکھ رہے ہیں، ظاہر ہے اس بارے میں اُن کی کچھ اپنی سوچ ہو گی۔

بات کہیں سے کہیں نکل آئی۔

ایاز کو تھوڑی سی ہتک کا احساس بھی ہوا۔

وہ بڑے لگے بندھے سے ماحول میں زندگی گزارتا آیا تھا۔ ایک عمر بوائز ہاسٹل میں گزری یا پھر اپنے چھوٹے سے

قصبہ نما، پُرسکون شہر میں، جہاں سارا وقت اُسے اماں اپنی نگاہوں سے جدا نہیں ہونے دیتی تھیں۔

اصل میں، تمہیں اتفاق ہی نہیں ہوا ہے، اچھی لڑکیاں دیکھنے کا، ورنہ وہاں، اس چھوٹے سے شہر میں بھی اچھی سے"

" اچھی لڑکیوں کی کمی نہیں ہوگی، اسی لئے تمہیں شمائلہ دیکھتے ہی پسند آگئی، ورنہ پسند کا کچھ تو معیار ہوتا۔

اُسے یاد آیا، ایک بار شنو آپا نے اُس سے طنزاً کہا تھا۔

مجھے کچھ کام تھا، بڑی اماں!" اندر بڑھتے شور سے گھبرا کر اُس نے اجازت چاہی تو اُنہوں نے اثبات میں سر ہلایا"

آمنہ کہہ رہی تھی کہ میں اپنے طور پر سلطانہ سے بات کرلوں۔" انہوں نے ذرا توقف کرکے اس کی طرف دیکھا"

""" تو تمہاری طرف سے ہاں ہی سمجھوں؟

جی!" اس نے جواب دینے میں دیر نہیں کی۔ زیادہ سوچنے کا نتیجہ، محض کنفیوژن ہی تھا"

وہ باہر نکل رہا تھا، تب اُس نے دونوں ماموؤں کو بڑی اماں کے کمرے کی طرف آتے دیکھا۔

دونوں زور زور سے کچھ بولتے ہوئے آرہے تھے۔ الفاظ پر دھیان دیئے بنا ہی وہ اُن کے غصے کی وجہ جان چکا تھا۔

" معلوم نہیں، کیسی لڑکی ہے، جسے یہ شرم بھی نہیں کہ اس وجہ سے بڑی اماں کو کتنی باتیں سننا پڑتی ہیں۔"

آج کل اُسے سب سے زیادہ رحم بڑی اماں پر آتا تھا، وہ بہت خاموش رہنے لگی تھیں، ہر وقت کسی سوچ میں ڈوبی ہوئی۔

باہر رات پھیل چکی تھی، اور شمائلہ اکیلی برآمدے میں کھڑی تھی۔

اُسے یاد آیا کہ وہ اُسے ناراض کر چکا ہے اور اس وقت اچھا موقع تھا کہ وہ اُس سے معذرت کر لے، سو وہ اُس کے قریب چلا آیا۔

وہ فوراً ہی پلٹ کر اندر جانے لگی، تو ایاز اُس کے بالکل سامنے آ کھڑا ہوا۔

تمہیں میری بات بری لگی ہے، شاید۔" وہ خاموش رہی۔ رسماً بھی نہیں کہا کہ، ایسی کوئی بات نہیں۔"

ایاز کو ہنسی آنے لگی، بھلا معذرت کر بھی کس بات کی رہا تھا۔ مگر کچھ کہنا تو تھا ہی۔

شمائلہ اُس کی ہنسی سے اور بھی چڑ گئی۔

"نہ میں اپنی بے عزتی بھولتی ہوں اور نہ ہی کسی کو معاف کرتی ہوں، سمجھے آپ؟"

وہ سخت غصے میں تھی، اور ایاز، معذرت کے جو الفاظ اُس سے کہنا چاہ رہا تھا، اُنہیں سننے تک کے لئے بھی تیار نہیں تھی۔

پیر پٹختی ہوئی وہ واپس اندر چلی گئی۔

آئندہ زندگی میں یہ لڑکی۔ اس سے ہر وقت منت سماجت کروانے والی تھی۔

یہ بات صاف ظاہر ہو رہی تھی۔

ابھی ابھی، اُس نے جو رضامندی، بڑی اماں کے سامنے دی تھی اس کے بعد، اس طرح کی خفگیوں پر وہ خوش ہونا چاہتا تھا۔

آئمہ اُس روز بہت دیر سے آئی۔

وہ کھانا کھا کر اوپر اپنے کمرے میں بیٹھے، کارڈز کھیل رہے تھے، تب نیچے سے سب کے زور زور سے بولنے پر، ان چاروں نے ہی سمجھ لیا تھا کہ آئمہ سے جواب طلبی ہو رہی ہے۔

سہیل بھائی، بڑبڑاتے ہوئے کمرے کا دروازہ بند کرنے کے لئے اُٹھ گئے۔

سمجھ میں نہیں آتا، بڑی اماں، آئمہ پر سختی کیوں نہیں کرتیں، سارے گھر کا ماحول خراب ہو رہا ہے، ہر وقت کی ٹینشن!"

ایاز کی نگاہیں، ہاتھ میں تھامے کارڈز پر ساکت تھیں۔

اُس کے ساتھ سب کچھ اچھا ہی ہو رہا تھا، پھر بھی ایک عجیب سا رنج تھا، جو دل کو بار بار گھیر تا تھا۔

آئمہ کی طرف بڑھتے، اپنے پہلے قدم پر ہی اُس نے خود کو سختی سے روکا تھا۔

ایسی لڑکی، جس کے ساتھ چہ مگوئیوں کی تو حد نہیں تھی، اور جو کسی کے بھی خلوص کو ٹھوکر مارنے میں سیکنڈ نہیں لگاتی تھی، اُس کے لئے پچھتانا بھی حماقت نہیں تو اور کیا تھا۔

نیچے پھیلا جھگڑا کب ختم ہوا، اُس نے جاننے کی بھی کوشش نہیں کی، پر اگلی صبح جب وہ سب سے پہلے آفس کے لئے گھر سے نکل چکا تھا، اُس نے آئمہ کو پھر اسی موٹر سائیکل والے کے ساتھ دیکھا۔

اس بار تو وہ واقعی سخت حیرت زدہ ہوا۔

اتنا برا بھلا سن لینے کے بعد بھی، اگر وہ اس طرح ڈھٹائی کا مظاہرہ کر رہی ہے، تو یقیناً یہ اس شخص، اس کی زندگی میں

سب سے خاص معنی رکھتا ہے۔

سارے قصے سے لاغرض رہنے کے پکے ارادے کے باوجود بھی، وہ بڑے غیر محسوس انداز میں ان لوگوں کے پیچھے ہی چلا آیا۔

سڑکوں پر ٹریفک حسبِ معمول زیادہ ہی تھا اور یہ شہر اُس کے لئے ابھی بھی اچھا خاصا انجان تھا۔ کافی آگے جاتی موٹر سائیکل، بالکل مختلف راستے پر مڑنے لگی، تو اُس کی حیرت، پریشانی میں بدلنے لگی۔ یہ راستہ، آئمہ کے آفس کا نہیں تھا۔

معلوم نہیں، وہ شخص اُسے کہاں لے کر جا رہا تھا۔

سب کچھ بھول بھال کر وہ صرف اس کے لئے پریشان ہو رہا تھا، مگر تب ہی ایک ٹریفک سگنل پر وہ لوگ اُس سے آگے نکل گئے۔

گاڑیوں کا ایک اژدھام تھا، جس میں وہ چھوٹی سی موٹر سائیکل اس طرح غائب ہوئی تھی کہ وہ باوجود کوشش کے، اُسے ڈھونڈ نہیں پا رہا تھا۔

بہت دور تک اس سڑک پر آگے تک گیا، اور پھر سڑک پر ایک طرف اپنی بائیک کھڑی کر کے، سائیڈ پر بنے، بڑے سے شاپنگ سینٹر میں بھی اوپر نیچے کتنے ہی چکر لگا ڈالے، مگر یہ سب ہی ایک لاحاصل تلاش تھی۔ اور جب وہ بالکل مایوس ہو گیا، تو کسی اُمید پر آئمہ کے آفس چلا آیا۔

''مس آئمہ، آفس نہیں آ رہیں۔ میرا خیال ہے، دس بارہ دن سے تو میں نے اُنہیں نہیں دیکھا۔ شاید چھٹی پر ہیں۔''

آفس سے ملنے والی اطلاع پر، وہ چپ چاپ، بنا کوئی اور لفظ کہے، باہر نکل آیا۔ اب دوپہر ہو چکی تھی اور خود اُس کے اپنے

آفس جانے کا سوال ہی نہیں اُٹھتا تھا۔

گھر میں خاموشی چھائی ہوئی تھی، اپنے اپنے کام سے ابھی کوئی بھی واپس نہیں آیا تھا، اور سلیا آنٹی، شمائلہ بھی دونوں ممانیوں کے ساتھ گئی ہوئی تھیں۔ اس وقت وہ ذہنی اور جسمانی دونوں طرح سے ہی تھک چکا تھا، سو یہ سناٹا غنیمت ہی لگا۔

بڑی اماں اور شنو آپا، دونوں ہی کو اُسے بے وقت آتا دیکھ کر تشویش ہو رہی تھی۔

جواباً اگر وہ یہ کہہ دیتا کہ اب تک وہ آئمہ کا پیچھا کرنے میں مصروف رہا ہے، تو کتنا زیادہ عجیب لگتا۔ شنو آپا جیسی منہ پھٹ تو صاف صاف یہ بھی کہہ سکتی تھیں کہ اُسے یہ سب کرنے کی آخر ضرورت کیا تھی؟

کچن کی چھوٹی سی میز کے ساتھ بیٹھا وہ یہی سوچ رہا تھا کہ اگر گھر والوں کو پتہ چلے کہ آئمہ، آفس میں نہیں جا رہی، تو ان سب کا ردِ عمل کتنا برا ہو گا۔

کھانا گرم کرتی، شنو آپا نے دو ایک بار اُس سے اس غیر معمولی خاموشی کی وجہ بھی پوچھی، مگر وہ ٹالتا رہا۔

آج کل وہ اُس سے ویسے بھی خفا خفا سی رہتی تھیں، اسی لئے زیادہ اصرار بھی نہیں کیا۔ کھانا نکال کر اُس کے سامنے رکھا ہی تھا کہ۔۔۔۔۔۔۔

"!شنو آپا! میں نے جو پرچہ، آپ کو دیا تھا، وہ۔۔۔۔۔۔۔"

آئمہ کہتے ہوئے اندر آئی، تو وہ حیرت زدہ سا ہوا اُسے دیکھے گیا۔ اُس کے وہم و گمان میں بھی نہیں تھا کہ وہ اس وقت تک گھر بھی آگئی ہو گی۔

وہ شاید بڑی اماں کے کمرے میں ہے، تم ذرا یہ دیکھو۔" کچھ اور بھی تھا، جو ابھی پتیلی میں پک رہا تھا۔"

شنو آپا اُسے ہدایت دے کر فوراً ہی باہر نکل گئیں۔ آئمہ کو ناچار چولہے کے پاس آ کر کھڑا ہونا پڑا۔

ایاز کو یکسر نظر انداز کر کے، وہ پوری طرح سے اس کام کی طرف متوجہ تھی، جو شنو آپا اُس کے سپرد کر کے گئی تھیں، مگر وہ، جو اتنی ٹینشن اور تھکان سہہ کر بیٹھا تھا، اتنا حوصلہ مند ثابت نہ ہو سکا۔

"آج اتنی جلدی کیسے آ گئیں، تم؟"

کئی دن بعد ان دونوں کی براہِ راست گفتگو کا نقطہء آغاز یہی تھا۔

ایک کام سے، تھوڑی دیر کے لئے آئی تھی، ابھی پھر واپس جانا ہے۔" سپاٹ سے لہجے میں کہہ کر، وہ بدستور ہنڈیا میں" چمچہ چلائے گئی۔

آفس تو جا نہیں رہی ہو، تم آج کل۔ کیا کوئی دوسرا کام ڈھونڈ لیا ہے؟" اُس کے لہجے میں بڑی گہری کاٹ تھی۔"

میرے تعاقب میں ناکام ہو کر، آپ میرے آفس تک ہو آئے، کمال ہے۔" بنا اُس کی طرف پلٹ کر دیکھے، وہ" اسی طرح اپنے کام میں مشغول رہی۔

لمحے بھر کے لئے تو وہ چپ کا چپ بیٹھا رہ گیا۔

بھلا اس نے کیسے یہ فرض کر لیا تھا کہ جب وہ اُسے دیکھ سکتا ہے، تو وہ بھی ارد گرد سے اتنی بے خبر تو نہیں رہتی ہو گی۔

ویسے میں، آپ کی شکر گزار تو ہوں کہ اتنی بار مجھے چیک کرنے کے باوجود بھی آپ نے، میرا بھانڈا نہیں پھوڑا، ورنہ" "اپنی اس ہونے والی سسرال میں اپنے مزید نمبر بڑھانے کے لئے، اس سے اچھا کوئی دوسرا موقع نہیں ہو سکتا۔

اس تھوڑی سی بات میں، نہ جانے کیا کیا تھا، جو ایاز کو بری طرح چبھا تھا۔

اپنی چوری پکڑی جانے کی ساری شرمندگی ایک دم ہی اُس کے دل سے نکل گئی۔

تمہیں ذرا بھی خیال نہیں آتا،اس طرح کرتے ہوئے، کسی اجنبی شخص کے ساتھ اس طرح گھومتے پھرتے،وہ بھی گھر"

"والوں کو اعتماد میں لائے بغیر۔

کھانے کی پلیٹ اپنے آگے سے سرکا کر،وہ اُٹھ کھڑا ہوا۔

آپ کو اب تک بھی اندازہ نہیں ہوا کہ مجھے کچھ بھی کرتے ہوئے،کوئی خیال نہیں آتا۔نہ دیر سے گھر آتے ہوئے اور"

نہ ہی کسی کے ساتھ گھومتے پھرتے۔" اُس کا اطمینان بدستور تھا۔

کون ہے وہ شخص؟اور کہاں جاتی ہو تم،اُس کے ساتھ؟" آئمہ کی ڈھٹائی ہی،اُس کا ضبط رخصت کرنے کا سبب بنی"

تھی،ایک جھٹکے سے اُس کا بازو پکڑ کر اپنی طرف موڑتے ہوئے،وہ پوچھ رہا تھا۔

ہاتھ چھوڑیئے میرا۔" اپنے بازو پر جمی اُس کی اُنگلیوں کو ہٹانے کی کوشش کرتے ہوئے،اُس نے اتنی دیر میں"

پہلی بار ایاز کی طرف دیکھا۔

سوری!" وہ ہلکے سے بولا۔"

آئمہ کا بازو اُس نے ضرور چھوڑا تھا،مگر نہ تو اُس کا غصہ ہی کم ہو رہا تھا اور نہ ہی وہ اُس کے سامنے سے ہٹا تھا،پھر بھی

کوشش کر کے اُس نے اپنا لہجہ نرم کیا تھا۔

"گھر والوں سے ملوا کیوں نہیں دیتی ہو اُسے؟ تمہیں اندازہ ہے،تمہاری وجہ سے گھر میں کتنی ٹینشن رہی ہے؟

مثلاً؟" وہ ہلکے سے مسکرائی۔ایاز نے اس مذاق اُڑاتی مسکراہٹ کو بہ مشکل نظر انداز کیا۔"

کتنے ہی لوگ تمہیں دیکھتے ہوں گے،اُس کے ساتھ۔اس سے اچھا یہ نہیں کہ شادی کر کے عزت کے ساتھ۔۔۔" وہ"

اس طرح ہنس پڑی،جیسے کوئی لطیفہ سن لیا ہو۔ایاز،خجل سا ہو کر اُس کی طرف دیکھنے لگا۔

"میری شادی۔"

ایک عجیب سا تاثر، آئمہ کے چہرے پر اُبھرنے لگا اور وہ مسکراہٹ، جسے مسکراہٹ کہنا بھی چاہئے تھا یا نہیں۔

"میری شادی بہت عزت کے ساتھ ہی ہو گی، یقیناً۔ آپ اس بارے میں ذرا فکر نہ کریں۔"

اُس سے بات کرنا یا قائل کرنا واقعی بے حد مشکل تھا۔ گھر والے اگر اپنی قوتِ برداشت کھو رہے تھے، تو حق بجانب تھے۔

بہت جھنجلا کر ایاز نے اُسے یہی بات کہنا چاہی، پر وہ اب ایک لفظ بھی سننے کے لئے تیار نہیں تھی۔

"بہت ہو چکا۔ اور آپ کو تو کوئی حق بھی نہیں ہے، مجھے کچھ کہنے کا۔"

اچانک ہی بہت سارے آنسو، ٹوٹ کر اُس کے چہرے پر پھیل گئے تھے۔

ایاز، حیرت زدہ سا اُسے دیکھے گیا۔

وہ، رونے دھونے والی لڑکی نہیں تھی، سلیا آنٹی تو صاف کہا کرتی تھیں کہ اتنی پتھر دل لڑکی انہوں نے آج تک نہیں دیکھی۔

ایک گہری سانس لیتے ہوئے، اُس نے کچن کے دروازے کی طرف دیکھا، جہاں سے وہ ابھی ابھی، بڑی تیزی سے باہر نکل گئی تھی۔

ایاز نے ہاتھ بڑھا کر جلتا ہوا چولہا بند کر دیا، جسے وہ کھلا ہی چھوڑ گئی تھی۔

چند لمحے وہ وہیں کھڑا رہا۔

سچ کہا ہے، کسی نے۔ آنسو، عورت کا سب سے بڑا ہتھیار ہیں، وہ بھی کیا کہہ سکا، اُسے مزید؟

ایک بار پھر وہی اُسے اُس کی حیثیت یاد دِلا گئی تھی۔

کیا کہا ہے تم نے، آئمہ کو، جو وہ اتنی بری طرح روئی ہے؟" شنو آپا آئیں تو وہ چپ چاپ کھانے کی میز کے ساتھ کھڑا ہوا تھا اور سب کچھ، جو وہ اُس کے آگے رکھ کر گئی تھیں۔ جوں کا توں تھا۔

آخر تم سب لوگ اُس کے پیچھے کیوں پڑے ہو؟ اُس کی زندگی کم مشکل ہے، کیا پہلے ہی؟" اُنہوں نے نہ یہ لحاظ کیا کہ وہ یہاں مہمان آیا ہوا ہے اور نہ ہی یہ کہ ابھی اُس نے وہ کھانا بھی نہیں کھایا ہے، جو وہ اُس کے سامنے رکھ گئی تھیں۔ وہ اُس کی اچھی طرح خبر لئے گئیں۔

حالانکہ اُس نے ایسا کہا ہی کیا تھا۔ بس اتنا ہی کہ وہ خود کو مشکوک کرنے کے بجائے سیدھے سیدھے، شادی کر کے گھر بسالے۔

شنو آپا، خاموش ہوئیں تو اُس نے بے حد تلملا کر اپنا دیا ہوا مشورہ اُن کے گوش گزار بھی کر دیا۔

"صرف اتنی سی بات ہی کہی تھی، چاہیں تو آئمہ سے کنفرم بھی کریں۔"

تب ہی۔" اُن کا چہرہ ایک دم اُتر سا گیا۔ "ورنہ وہ اس بری طرح رونے والی لڑکی نہیں ہے۔ تم نے بڑی گہری ٹھیس پہنچائی، اُس کے دل کو ایاز!" وہ یک دم ہی بے حد اُداس نظر آنے لگیں۔

"یعنی نیک نیتی سے دیا جانے والا مشورہ بھی آپ کے نزدیک۔۔۔۔"

"آئمہ کی شادی طے ہے، ایاز! وہ مراد بھائی کی منگیتر ہے اور اب بہت جلد ان دونوں کی شادی ہونے ہی والی ہے۔"

وہ، ششدر سا ہوا، شنو آپا کی شکل دیکھ رہا تھا۔ پتہ نہیں، ابھی ابھی وہ کیا کہہ رہا تھا؟

آدھی ادھوری بات کا سرا، ایک دم ہی اُس کے ہاتھ سے پھسل گیا۔

مراد بھائی، مگر وہ تو۔۔۔۔" لڑکھڑاتی ہوئی زبان کے ساتھ اُس نے کچھ کہنا چاہا، مگر الفاظ ساتھ چھوڑ رہے تھے۔

ہاں، وہ بیمار ہیں۔ ذہنی مریض ہیں۔ کسی طرح کی بھی ذمہ داری اُٹھانے کے قابل نہیں ہیں۔ تب ہی تو آئمہ کو قبول" کر رہے ہیں۔ ورنہ اس گھر میں اور بھی تو لڑکے تھے۔" وہ تلخی سے مسکرائیں۔

اپنے سارے وجود کے اندر ایک ٹھٹھرا دینے والی کپکپاہٹ، ایاز نے پھیلتی محسوس کی۔

اور آئمہ، اس نے کوئی اعتراض نہیں کیا، اس رشتے پر؟" اُسے اپنی آواز بہت دور سے آتی ہوئی محسوس ہوئی۔"

وہ کیا اعتراض کر سکتی ہے؟ ساری عمر وہ حبیب چچا کی غلطی کا کفارہ ادا کرتی آئی ہے، یہ آخری مرحلہ بھی طے ہو جائے" "تو شاید اُس کی نجات ممکن ہو سکے۔

سر کو ہلکے سے نفی میں جھٹک کر، اُنہوں نے اس تکلیف دہ موضوع کو چھوڑ کر، آدابِ مہمان داری نبھانے چاہے۔ "تم نے اب تک کھانا نہیں کھایا۔ لاؤ، میں گرم کر دوں۔" وہ کھانے کے برتن اُٹھا کر چولہے کی طرف بڑھ گئیں۔

آئمہ خود اپنے لئے کوئی فیصلہ کیوں نہیں کرتی، شنو آپا؟ کیا کمی ہے، اُس میں؟ چاہے تو اچھے سے اچھا شخص مل سکتا "ہے، اُسے۔

اچھے لوگ کہیں فری میں نہیں بٹتے، ایاز! اور ایک لڑکی، جس کے سر پر باپ کا سایہ نہیں اور اُس کی ماں، عمر کے اس" آخری حصے میں بھی خاندان کے لئے قابل قبول نہیں، اُس کے چانسز تو اور بھی کم ہو جاتے ہیں۔ یہ زندگی ہے، میرے بھائی! ڈھائی تین گھنٹے والی فلم نہیں، جہاں ہیرو اس لڑکی پر نظر کرم کرتا ہو، جو سب سے زیادہ خستہ حال اور بے چاری محسوس ہو رہی ہو۔ یہاں تو رشتے ناتے بناتے ہوئے بہت ہوشیاری کے ساتھ، سارے پلس پوائنٹ جمع کئے جاتے "ہیں۔

اُس کی طرف سے پشت کئے، وہ بولے گئیں۔ ایاز کی نظر پہلی بار جھکنے لگی۔ اُسے لگا تھا، جیسے وہ کسی اور کو نہیں، خاص طور پر اس کو ہی یہ سب کہہ رہی ہیں۔

چھوڑو، یہ باتیں۔" انہوں نے جیسے اُس کی سوچ بھانپ کر، اُسے شرمندگی سے نکالنا چاہا تھا۔ "سیدھی، سچی بات تو یہ ہے کہ گھر والوں کو آخر مراد بھائی کے مسئلہ کا حل بھی نکالنا ہے۔ ساری زندگی کی ذمہ داری صرف بیوی ہی اُٹھا سکتی ہے، اُن کی۔ چھوٹی چچی کی ہمت بھی آہستہ آہستہ جواب دے رہی ہے۔ اور مراد بھائی کی حالت دیکھ ہی رہے ہو تم، دن بہ دن زیادہ بیمار، زیادہ چڑ چڑے ہوتے جارہے ہیں۔ چھوٹی چچی کہتی ہیں کہ اگر اب جلدی شادی نہ کی گئی تو، اُن کے "دوروں میں اور بھی شدت آجائے گی۔

ایاز کا دل بہت زور سے کانپا۔

ایک جیتی جاگتی زندگی کو کسی کے پاگل پن کی نذر کر دینا۔ علاج کا یہ نسخہ، آخر کس بے رحم نے، کن وقتوں میں دریافت کیا تھا۔

یہ قتل عمد ہے، شنو آپا!" وہ ہلکے سے بولا۔"

مگر اس کی ایف آئی آر، تم دنیا کے کسی تھانے میں نہیں کٹوا سکتے۔" اُن کی آواز رندھ سی رہی تھی پھر انہوں نے" بڑی خوبی سے خود پر قابو پالیا۔ "بی اماں کہتی ہیں کہ آئمہ کے لئے عزت کا ایک ٹھکانا بن رہا ہے، زندگی بھر کے لئے، "یہی غنیمت ہے۔ شاید کچھ لوگوں کا اتنا ہی حصہ ہوتا ہوگا، اس اتنی بڑی دنیا میں۔

چند لمحوں کے لئے بڑی بوجھل سی خاموشی چھائی رہی، تب ہی کسی احساس کے تحت انہوں نے پلٹ کر دیکھا تو وہاں

کوئی نہیں تھا۔

ایاز جا چکا تھا۔

شنو آپا نے ایک نگاہ، بھاپ اُڑاتے گرم کھانے پر ڈالی۔ اخلاقاً تو اُنہیں یہ سب ٹرے میں لگا کر ایاز کے کمرے میں پہنچا دینا چاہیے تھا، مگر دل ہی نہیں چاہا۔

VVV

وہ، جنہیں تابِ گراں باری ایام نہیں

اُن کی پلکوں پہ شب و روز کو ہلکا کر دے

جن کی آنکھوں کو رُخِ صبح کا، یارا بھی نہیں

اُن کی راتوں میں کوئی شمع منور کر دے

جن کے قدموں کو کسی رہ کا سہارا بھی نہیں

اُن کی نظروں پہ کوئی راہ اُجاگر کر دے

تحت اللفظ میں، فیض کی خوب صورت دعا پڑھی جا رہی تھی۔

وہ سینے پر ہاتھ باندھے، ساکت نگاہوں سے دُور بہتے سمندر کو دیکھتا رہا۔

اندر کھلے کھلے سے لاؤنج میں، سلیا آنٹی، چھوٹی ممانی، بڑی اماں، شمائلہ، سب ہی موجود تھے۔ سلیا آنٹی، آج سب کو اپنا سی سائیڈ پر بنا وہ فلیٹ دکھانے کے لئے لائی تھیں، جس میں حال ہی میں انہوں نے بڑی خوب صورت تبدیلیاں کروائی تھیں۔

"مدت سے بند پڑا تھا،اب ذرا شکل نکلی ہے،ورنہ تو بہت برا حال ہو چکا تھا،اس کا۔"

سلیا آنٹی نے چم چم چمکتے اپارٹمنٹ پر فخریہ نظر ڈالتے ہوئے،جانی بوجھی سی انکساری برتی۔

شوماکو تو یہ پسند بھی نہیں ہے، کہہ رہی تھی کہ امی! دینا ہے تو خرید کر نیا دیں۔ لیکن میں اکیلی عورت، کہاں سے کچھ دے سکتی ہوں؟ سمجھایا، بیٹا! صبر شکر سے کام لو، آج یہ ہے، اللہ کل اس سے اچھا بھی دے گا۔ اس کے باپ نے یہی

"ایک نیکی کی تھی اس کے ساتھ۔

"اس سے بھی اچھا۔"

ایاز کی اماں کا دل زور زور سے دھڑکنے لگا۔ وہ کل ہی آئی تھیں اور اس وقت،اس جگمگاتے ماحول سے جہاں ہر شے اتنی نئی تھی کہ اس سے روشنی منعکس ہوئی جا رہی تھی،وہ خود کو خاصا بے آرام

محسوس کر رہی تھیں۔

پنجاب کے ایک دُور دراز گاؤں میں، لال اینٹوں سے بنا،وہ بڑا سارا گھر،جہاں بلب بھی حسبِ ضرورت روشن کیے جاتے تھے،یہاں بیٹھ کر کتنا بے رنگ اور پھٹیچر سا محسوس ہو رہا تھا۔

انہیں ابھی سے سخت گھبراہٹ محسوس ہو رہی تھی۔ چاہے رسماً ہی سہی،ایاز کو اپنی دُلہن رخصت کرا کر تو وہیں لے جانی تھی۔

"تھوڑا بہت تو ٹھیک کروانا ہی پڑے گا۔"

وہیں بیٹھے بیٹھے،انہوں نے دل میں چند بہت ضروری کاموں کی فہرست بنائی۔

مگر مسئلہ پھر بھی حل ہوتا دکھائی نہیں دے رہا تھا۔ فصل کی تیاری میں ابھی وقت تھا۔ اور ایاز کے ابا اس وقت کوئی بھی فالتو پیسہ خرچ کرنے کے لئے ہر گز بھی تیار نہیں ہو سکتے تھے۔

اتنے سالوں کی رفاقت کے بعد وہ اتنا تو اُنہیں جان ہی چکی تھیں۔

بے چین سا ہو کر انہوں نے پہلو بدلا۔

"آرام سے بیٹھیں، آمنہ آپا!۔۔۔۔۔۔ شوما! کشن رکھو، آنٹی کے پیچھے۔"

شمائلہ نے بڑی مستعدی سے ایک چھوڑ، دو کشن اُن کے پہلو میں رکھے۔

طبیعت تو ٹھیک ہے، نا آپ کی؟ یہ سمندری ہوا بھی بھاری پن پیدا کر دیتی ہے، طبیعت میں۔ آپ کو عادت بھی نہیں ہے۔" سلیا آنٹی کی تشویش کسی طرح کم نہیں ہو رہی تھی۔

میں بالکل ٹھیک ہوں۔ تمہارا گھر ماشاء اللہ بہت خوب صورت ہے، بڑے سلیقے سے سجایا ہے، تم نے۔" انہیں کہنا ہی پڑا۔

"بس جی، غریب خانہ ہے۔ اور میرا کیا، آپ ہی کا ہے۔ آپ کو اچھا لگا، میرا دل تو اسی سے خوش ہو گیا۔"

سلیا آنٹی اتنی بے ضرر سی لگ رہی تھیں کہ اماں کو حیرت ہو رہی تھی۔ اُن کے بارے میں اب تک کی رائے بڑی ہی مختلف تھی۔

وہ جس کنفیوژن میں گھری یہاں تک آئی تھیں، وہ تقریباً ختم ہو رہا تھا۔

کراچی شہر میں اتنی گوری لڑکی۔

اُنہیں اپنے میکے پر بڑا فخر سا محسوس ہو رہا تھا، جب بھی شمائلہ کو دیکھتیں۔

ایاز کے ابا کا ایک اعتراض تو یقیناً بری طرح رد ہوا تھا۔

ہو گی کوئی، دھان پان، زرد رنگت والی لڑکی، اسمارٹ بنے رہنے کے جنون نے نہ صحت رہنے دی ہے اور نہ خوب

صورتی۔" وہ اسی طرح کے تبصرے فرما رہے تھے، اُن کی روانگی کے وقت تک۔

اُن کی توقع کے بر خلاف، شمائلہ، عادتاً بھی خاصی ٹھیک ٹھاک ہی نکلی تھی۔

ایاز کی تعریف و تنقید پر سو فیصد اعتبار کرنے کے بجائے، انہوں نے خود اپنی آنکھوں سے دیکھنے کو ترجیح دی تھی۔

پھر آپ کی کیا مرضی ہے؟" سلیا آنٹی، ادھر اُدھر ہوئیں تو اُنہوں نے بڑی اماں کی حتمی رائے بھی جان لینا چاہی۔"

مجھے کوئی اعتراض نہیں، بلکہ ٹھیک ہی لگ رہا ہے، سب۔" وہ کچھ اُکتائے ہوئے لہجے میں کہنے لگیں۔"

سب کے اصرار پر وہ چلی تو آئی تھیں، مگر اب تھوڑی سی شاکڈ ہوئی بیٹھی تھیں۔

عرصے سے یہ تو سنتی آئی تھیں کہ سلیا آنٹی کے سابقہ شوہر نے شمائلہ کے نام ایک فلیٹ کیا تھا، مگر اس فلیٹ کی بڑی

بر وقت شان دار رونمائی، بڑی اثر انگیز رہی تھی۔

"اچھا کیا، جو تم خود آ گئیں۔ میں چاہ بھی یہی رہی تھی کہ جو بھی بات ہو، تمہارے سامنے ہو۔"

آنے کا بھی سمجھیں، بہانہ مل گیا تھا۔ آئمہ، مراد کے نکاح کی تقریب کا بلاوا نہ آتا تو ایاز کے ابا، کہاں بھیجنے والے"

" تھے، مجھے؟

ایک ٹھنڈی سی سانس لے کر، بڑی اماں جواباً خاموش ہی رہیں۔

اچھی لڑکی ہے، آئمہ۔" ایاز کی اماں کو اپنی پرانی خواہش یاد آنے لگی۔ "اور اچھا ہی ہے کہ ہمیشہ آپ کے پاس رہے"

گی۔ بس، اللہ، مراد کو صحت، تندرستی دے۔" وہ سادگی سے کہہ رہی تھیں۔

اپنی آمد کے اس ڈیڑھ دن میں وہ اتنا ہی اندازہ لگا سکتی تھیں۔

بڑی اماں اس بار بھی خاموش رہیں۔

کہیں نہیں ہے، کہیں بھی نہیں ہے لہو کا سراغ

نہ دست و ناخن قاتل، نہ آستین پر نشان

نہ سرخی لب خنجر، نہ رنگ نوک سنان

نہ خاک پر کوئی دھبہ، نہ بام پر کوئی داغ

کسی نے اندر، سی ڈی پلیئر بند کیا۔

ایاز نے پیچھے مڑ کر کمرے کے کھلے دروازے میں دیکھا، وہاں ٹیپو کھڑا تھا۔

"اب کب تک چلنا ہے، واپس؟ کل کے انتظامات بھی دیکھنا ہیں۔"

"پتہ نہیں، آنے والی کل۔"

کل؟" صرف اسے ہی خوف زدہ کر رہی ہے یا کوئی اور بھی۔۔۔ کم از کم، شنو آپا تو اس خوف میں اُس کے ساتھ ہیں

ہیں۔

ایاز نے سوچا۔

تم اتنے خاموش کیوں رہنے لگے ہو؟ سب کچھ تو سیٹ ہے، یار! اور آج یہ فلیٹ دیکھ کر تو میں بھی اپنے تمام"

"اعتراضات سے دست بردار ہو گیا ہوں۔ مزے سے رہنا، یہاں۔

ٹپو خوش دلی کے ساتھ مسکراتے ہوئے کہہ رہا تھا۔

''چلو بس، اب چلتے ہیں۔''

لاؤنج میں سلیا آنٹی، بڑے بے فکر سے لہجے میں کہہ رہی تھیں۔

اللہ نہ کرے، کوئی ایسا بیمار بھی نہیں مراد، لاڈ پیار میں پلا ہے، اس لئے ذرا نازک مزاج ہے۔ اور شادی کا کیا ہے، وہ تو

''... اندھے، گونگے، بہرے سب ہی کی ہو جاتی ہے۔ آئمہ کی تو خوش قسمتی ہے کہ

واپسی میں شمائلہ اُس کے ساتھ فرنٹ سیٹ پر بیٹھی ہوئی تھی اور پیچھے کی سیٹ پر سلیا آنٹی۔

دوسری گاڑی، فراز چلا رہا تھا، جس میں بڑی اماں وغیرہ تھیں۔

آج میں بہت خوش ہوں۔'' کچھ اور قریب ہوتے ہوئے وہ ہلکے سے بولی۔''

حالانکہ یہ بات کہنے کی اُسے کوئی ضرورت نہیں تھی۔

پاس سے گزرتے ہوئے کسی شخص نے اگر ایک نگاہ بھی اُس پر ڈالی ہوگی تو جان لیا ہو گا کہ وہ کتنی خوش ہے۔

ایاز نے ذرا سا مڑ کر اُس کی طرف دیکھا۔

شمائلہ کے چہرے پر بڑی پُریقین سی مسکراہٹ تھی۔

ایسا کچھ اُس نے کب شمائلہ سے کہا تھا، جس سے وہ اتنی پُراعتماد اور مطمئن ہو چکی تھی۔ پر اُسے یاد کرنے پر بھی کچھ یاد نہیں آیا۔

یہ شاید اُس کا رویہ تھا، جو شمائلہ کو کوئی خوب صورت احساس دلا چکا تھا۔

''شنو آپا کہتی تھیں کہ انسان کے الفاظ جھوٹے نکل سکتے ہیں، مگر اس کا رویہ، ہر بات سچ سچ بتا دیتا ہے۔

وہ پچھلے سارے دنوں میں جتنا ان لوگوں کے ساتھ قریب رہا تھا اور جتنی خوش دلی کے ساتھ ان کے ہر پروگرام میں شریک ہو رہا تھا، وہ سب اس کا جھکاؤ صاف صاف ظاہر کر رہا تھا۔

اُس نے ایک بار پھر شمائلہ کی طرف دیکھا تو اُس کی مسکراہٹ اور بھی گہری ہونے لگی۔ پچھلی سیٹ پر سلیا آنٹی، آنکھیں بند کیے، تسبیح کے دانے گرائے جا رہی تھیں۔

اب اس اپارٹمنٹ کی قیمت، کروڑوں میں ہے۔" اُس نے محض اطلاعاً ہی بتایا تھا، مگر ایاز کی سمجھ میں وہ بات فوراً ہی آ گئی، جو تھوڑی سی اُلجھی ہوئی تھی۔

شمائلہ کے اعتماد کی وجہ صرف "وہ" نہیں تھا۔ اُسے ایک مضبوط بنیاد حاصل تھی۔

اپنا آپ اُسے تھوڑا سا ہلکا ضرور لگا، مگر ایک وہی اکیلا تو نہیں تھا۔

یہاں ایک سے بڑھ کر ایک گھٹیا، کمپرومائز کرنے کے لئے کون تیار نہیں۔

٭٭٭

نکاح کی تقریب، سادگی کے ساتھ ہونا تھی، پھر بھی گھر میں شادی کا ماحول بن چکا تھا۔

نکاح کی تقریب میں محض قریبی رشتے دار مدعو تھے اور ٹھیک ایک ماہ بعد رخصتی کی تاریخ رکھی گئی تھی۔

وہ شمائلہ اور سلیا آنٹی کے ساتھ اُتر کر اندر آیا، تو آئمہ سامنے ہی کھڑی تھی۔

آج تو تم ٹِک کر بیٹھ جاؤ، آئمہ! دُلہنیں اس طرح نہیں گھوما کرتیں۔" شمائلہ کا موڈ بے حد اچھا تھا، اس لئے وہ آئمہ سے بھی بہت خوش دلی کے ساتھ مخاطب ہوئی۔

"لیکن قربانی کے جانور کو تو خاص طور پر خوب گھمایا پھرایا جاتا ہے، تاکہ کوئی حسرت باقی نہ رہ جائے۔"

اس نے بہت ہنس کر جواب دیا تھا، پھر بھی شمائلہ بے وقوف تو نہ تھی۔

ہر بات کا الٹا جواب۔" سر جھٹک کر وہ سامنے، بڑے ہال کی طرف چلی گئی، جہاز فراز اور سہیل بھائی کی سربراہی میں ہال کی سجاوٹ کا کام ہو رہا تھا۔

ایاز نے غور سے اُس کے چہرے کو دیکھا۔

وہ اسی طرح بے تاثر تھا۔ صرف آنکھیں تھیں، جن میں عجیب سی جھلملاہٹ تھی اور دبا دبا سا غصہ۔

پل سے بھی چھوٹے وقفے میں وہ اسی اوّل دن کی دہلیز پر جا کھڑا ہوا، جہاں بڑی اماں کے کمرے کے باہر کھڑی وہ اُسے ڈانٹ رہی تھی۔ اور وہ منتظر تھا کہ وہ اُسے بولنے کا ایک موقع تو دے۔

"آپ کیوں یہاں کھڑے ہیں؟ جائیں، اس کارِ خیر میں حصہ لیں۔ کہیں ثواب سے محروم نہ رہ جائیں۔"

وہ چونکا ضرور، مگر نگاہ اب بھی اسی پر جمی تھی۔ صرف شروع میں ہی چند بار ایسا ہوا تھا کہ وہ اُس سے نرمی سے پیش آئی تھی۔

اس کے بعد سے تو وہ اُس کی بدلحاظی اور تلخ زبانی کا عادی سا ہو گیا تھا۔

بدگمانیوں کا تند ریلا، کب اس خوب صورت سی خواہش کو بہالے گیا، جس نے ابھی اپنے آپ کو منوایا تک نہیں تھا، پتہ ہی نہیں چلا۔

اور کیا خواہش اتنی جلدی بے قدر و قیمت ہو جاتی ہے، یا پھر وہی کسی خواہش کو پالنے کا اہل نہیں تھا؟

وہ اسی خالی جگہ پر نظر جمائے کھڑا تھا، جہاں ابھی آئمہ کھڑی تھی۔

معلوم نہیں، وہ اُس کی مستقل خاموشی سے گھبرا گئی تھی، یا خود پر جمی اُس کی مستقل نگاہ سے۔

اندر ہال میں بڑی مستعدی سے کام جاری تھا۔ وہ دانستہ اس طرف سے بچ کر کاریڈور میں مڑ گیا۔ چھوٹی ممانی، زیورات کے ڈبے اُٹھائے، بڑی اماں کے کمرے کی طرف جا رہی تھیں۔

میں تو چاہتی ہوں کہ کوئی کسر باقی نہ رہے۔ اب جیسی بھی ہے، آئمہ، بہو بن رہی ہے تو اس کے لئے سب کچھ کرنا ہی' "پڑے گا۔

اس نے غور بھی نہیں کیا کہ وہ کس سے کہہ رہی ہیں، وہ صرف "جیسی بھی ہے" کی تکرار میں گم تھا۔

بد گمانیوں کی کوئی حد تھی، نہ انتہا۔ چند ایک اُس کی اپنی آبزرویشن پر اور ڈھیر ساری، دُہرا دُہرا کر ذہن نشین کروائی ہوئی۔

اُسے کانوں کے کچے مردوں سے سخت نفرت تھی۔

پھر بھی؟

یہ سب، آخر اتنی ایمرجنسی میں کیوں کیا جا رہا ہے، شنو آپا؟ جب رخصتی ایک ماہ بعد ہے تو جب ہی۔۔۔" وہ ایک بار" پھر شنو آپا کے سامنے آ کھڑا ہوا۔

اپنے گھٹنوں پر پیلا دوپٹہ پھیلائے، وہ گوٹا ٹانکنے میں مصروف تھیں، ذرا سا سر اُٹھا کر اُنہوں نے سامنے کھڑے، ایاز کی طرف دیکھا اور دوبارہ اپنے کام میں مصروف ہو گئیں۔

آئمہ کی امی بہت بیمار ہیں۔ انہوں نے ہی بڑی اماں کو فون کر کے درخواست کی ہے کہ کم از کم، آئمہ کا نکاح ہی ہو" "جائے، تو اُنہیں اطمینان ہو جائے گا۔ اب یہاں، ان بے چاری کی بات تو مانی جا رہی ہے۔

وہ بدستور اپنے کام میں مصروف رہیں۔ مگر جب وہ کھڑا ہی رہا تو انہیں اس کی طرف دوبارہ دیکھنا پڑا۔

تقدیر کا لکھا پورا ہو کر ہی رہتا ہے۔ اور کیا پتہ، اس میں واقعی کوئی بہتری ہو۔ مراد بھائی میں کوئی مثبت تبدیلی آجائے۔"

وہ ببول کے درخت میں گلاب اُگنے کی اُمید کر رہی تھیں۔ خود کو اذیت سے بچانے کے لئے سب ہی ایسا کرتے ہیں۔

وہ، چپ چاپ باہر نکل آیا۔

صفائی کرنے والی ملازمہ، مراد بھائی کے کمرے سے خالی دواؤں کی شیشیوں کا بڑا سا شاپر لا کر باہر برآمدے کی دیوار کے ساتھ رکھ رہی تھی۔

کہیں بھی نہیں ہے، لہو کا سراغ۔۔۔

وہ وحشت زدہ سا ہو کر، اوپر، اپنے کمرے کی طرف جاتی سیڑھیوں پر تیزی سے چڑھتا چلا گیا۔

نیچے مچا ہنگامہ کتنی ہی دیر، زور پکڑے رہا۔

ٹپو، فراز، سہیل بھائی۔

ایک ایک کر کے سب ہی اُسے بلانے آتے رہے، مگر وہ سر درد کا بہانا کئے، کمرے کے سارے پردے گرائے، خاموشی کے ساتھ لیٹا رہا۔ اور جب بہت دیر بعد نیچے آیا تو شام، نیم تاریکی میں بدل رہی تھی۔

گھر میں پھیلا سناٹا بتا رہا تھا کہ کچھ لوگ ضرور ہی کہیں نہ کہیں گئے ہوئے ہیں۔

ایاز سیدھا بڑی اماں کے کمرے میں آیا۔

وہ ابھی نماز سے فارغ ہوئی تھیں۔

"بازار گئے ہوئے ہیں یہ لوگ، کل کے لئے ابھی کچھ اور خریدنا بھی باقی رہ گیا تھا۔"

وہ کچھ اور بھی بتا رہی تھیں، مگر اُس نے دھیان نہیں دیا۔

اور یہ آئمہ بھی ان کے جاتے ہی نکل گئی ہے۔ میں نے کتنا منع کیا، اب اگر ان لوگوں کے آنے سے پہلے واپس نہ"

"آئی، تو مجھے کتنی باتیں سننی پڑیں گی۔

اُن کی جھنجلاہٹ میں تشویش بھی نمایاں ہو رہی تھی۔

"آئمہ کہاں چلی گئی اس وقت؟"

"اُسے کچھ گھبراہٹ سی محسوس ہوئی۔ "آپ نے جانے کیوں دیا؟

کیا کروں، اگر میں بھی نہ مانوں۔ اس کی ماں بہت بیمار ہے۔ میں نے سوچا اچھا ہے، ایک بار اور دیکھ آئے"

پھر معلوم نہیں، اُسے کوئی جانے دے یا نہیں۔" بڑی اماں اُسے بھیج کر اب پریشان تھیں۔

پر اب تو ڈھائی گھنٹے ہونے کو آئے، رات میں یہ لوگ مہندی وغیرہ لگانے کا کہہ رہی تھیں۔ اگر اتنی دیر میں نہیں آئی"

"تو پتہ نہیں، کیا۔۔۔۔۔۔

آئمہ کی امی کا ایڈریس دیں، مجھے آپ۔" بے تابی سے اُس نے اُن کی بات کاٹی تو وہ حیرت سے دیکھنے لگیں۔ "تم"

"وہاں جاؤ گے؟

"آپ جلدی سے ایڈریس دیں مجھے۔"

کچھ بہت ہی سہما دینے والے وہم اچانک ہی اُس کے دل میں پیدا ہونے لگے تھے اور وہ دو منٹ، جو بڑی اماں کو دراز میں سے، وہ مختصر سا پتہ ڈھونڈنے میں لگے، اُس نے بہ دقت ہی خود کو کمپوز کیا۔

"اچھا ہے، اب اگر وہ لوگ آ بھی گئیں تو میں کہہ دوں گی کہ تمہارے ساتھ گئی ہوئی ہے، کچھ لینے کے لئے۔"

بڑی اماں کی پریشانی جیسے ختم ہوئی تھی اور وہ مارے تشکر کے اُس کے ساتھ بیرونی برآمدے تک چلی آئیں۔

باہر، پورچ میں صرف وہی موٹر سائیکل کھڑی تھی، جو وہ اکثر استعمال کرتا رہتا تھا۔

خیریت کے ساتھ، کل یہ کام ہو جائے، تو میری ذمہ داری بھی ختم ہو۔ آگے یہ لوگ جانیں اور آئمہ۔" جب وہ بائیک لے کر باہر نکل رہا تھا، تو بڑی اماں، برآمدے میں کھڑی خود اپنے آپ کو اطمینان دلا رہی تھیں۔

بڑی اماں سے لئے گئے پتے کی طرف جاتے ہوئے اُسے ایک بار بھی اس بات کا پورا یقین نہیں ہو پا رہا تھا کہ وہ، آئمہ کو وہاں موجود پائے گا۔

جو جھنجلاہٹ اور غصہ، اُس کی خاموش نگاہوں سے جھلکتا تھا، اس کے مطلب معنی کچھ بھی ہو سکتے تھے۔

یہ راستہ، دیکھا ہوا تھا۔

یہ وہی تھا، جس پر اُس دن، وہ اُس کا پیچھا کرتے ہوئے یہاں تک آیا تھا اور پھر بڑی دیر تک اُسے یہیں، سڑکوں پر تلاشتے گیا تھا۔

سڑک سے اندر مڑتی گلی میں داخل ہونے سے پہلے اس نے اپنی موٹر سائیکل ایک طرف کھڑی کر دی تھی۔

کونے پر ہی بیٹھے، بے فکر لڑکوں کے گروپ نے اس اجنبی کو ذرا غور سے دیکھا۔ مگر اس کا کسی بھی طرف ذرا دھیان نہیں تھا۔

آگے پیچ در پیچ پھیلی، پتلی سی گلی، پوری طرح روشن تھی اور رات کے اس ابتدائی پہر میں یہاں بڑی روایتی سی چہل پہل تھی۔

وہ تیز قدم اُٹھاتا ہوا آگے بڑھتا چلا گیا۔

تب ہی اُسے سامنے ایک مانوس صورت دکھائی دے ہی گئی۔

وہی شخص، جو اُسے کئی بار آئمہ کو اپنی پرانی سی موٹر سائیکل پر لے جاتا ہوا، اُسے دکھائی دیا تھا، سامنے سے آرہا تھا۔

وہ کون تھا اور آئمہ سے اس کا کیا رشتہ بنتا تھا؟ ایک بار بھی یہ خیال اُس کے دل میں نہیں آیا۔

السلام علیکم!" دوسرے ہی لمحے وہ اُس کے سامنے جا کھڑا ہوا تھا۔"

وعلیکم السلام!" وہ اُس کے سلام کا جواب دیتے ہوئے اتنا حیران نہیں ہوا، جتنا اُس کے، آئمہ کے بارے میں پوچھنے پر۔

"میں، اُس کا کزن ہوں۔ اور آئمہ کی دادی نے مجھے یہاں کا پتہ دیا ہے۔"

"اچھا، اچھا!" اُس شخص کو اطمینان سا ہوا۔ "آیئے۔"

اصل میں آج تک، کوئی اُسے پوچھتا ہوا یہاں آیا نہیں تھا، اس لئے مجھے تھوڑی سی تشویش ہوئی۔ زبیدہ خالہ کے پاس"

"صرف آئمہ ہی آتی ہے، شاید آج بھی آئی ہو۔ لیکن کل اُس کا نکاح ہے، اور اس وقت۔۔۔

اُس نے اپنے ہاتھ پر بندھی، پرانی سی گھڑی پر نگاہ ڈالی۔ "مشکل ہی ہے۔" اُس نے مایوسی سے سر ہلایا۔

"اگر وہ یہاں نہیں آئی ہے تو پھر۔۔۔"

ایاز نے بمشکل ہی کسی ہولناک خیال کو پیچھے دھکیلا۔

''آئمہ کی امی، یہاں اکیلی رہتی ہیں؟''

حالانکہ اسے ان کے بارے میں جاننے کی کوئی خاص جستجو نہیں تھی، پھر بھی، دھیان بٹانے کے لیئے اُس کے ساتھ قدم بڑھاتے ہوئے پوچھ لیا۔

اکیلی کیوں؟'' ساتھ چلتا وہ شخص کچھ بُرا سامان گیا۔ ''ہم سب ہیں، تو رات کو بھی میرے بچے اور اکثر بتول بھی ان'' کے پاس ہی سوتی ہے۔ بتول تو ان کی بیٹی بنی ہوئی ہے۔ میں تو کہتا ہوں، جتنی بھی خدمت کرے، کم ہے۔ بتول کو تو

''آپ جانتے ہی ہوں گے، نام سے۔ آئمہ نے ذکر کیا ہوگا۔

بہت سا نمکین پانی، اچانک ہی ایاز کو اپنے گلے میں اٹکتا ہوا محسوس ہونے لگا۔

وہ کہاں اتنا خوش قسمت تھا کہ بتول کو جان سکتا۔ اُسے تو بالکل سامنے کا منظر بھی صاف صاف دیکھنے کی توفیق نہیں ہوتی تھی۔

نہ دیکھنے والی آنکھ، اور نہ پرکھنے والا دل۔

آئمہ بہت عزت کرتی ہے، میری۔ چھوٹی بہنوں کی طرح ہے، میرے لیئے تو۔ پر اس کا بڑا احسان ہے، مجھ پر۔ کسی'' ''سے کہہ سن کر، پچھلے دنوں میری نوکری کا بندوبست۔۔۔۔۔

آئمہ کے پہلے پہلے رشتے دار سے مل کر وہ بے حد خوش تھا اور اس بات کی ذرا بھی پروا کیئے بغیر کہ ایاز کو اس کے قصہ سے دلچسپی بھی ہے یا نہیں، وہ بولے چلا جا رہا تھا۔

''!وہ رہا، زبیدہ خالہ کا گھر''

تھوڑی دور سے ہی اُس نے اشارہ کیا۔ اَدھ کھلے لکڑی کے چھوٹے سے دروازے کے پیچھے سے، ٹاٹ کا پردہ جھانک رہا

تھا۔

بہت شکریہ!" ایاز نے ذرا سا مڑ کر، ہلکے سے کہا۔"

"شکریہ کیا، آپ جا کر دیکھ لیں، میں ادھر ہی، گلی میں ہوں۔ میرے لائق کوئی اور کام۔۔۔۔۔۔"

ایاز نے اثبات میں سر ہلایا اور آگے بڑھ گیا۔ برابر والے گھر کی، اونچی سی دہلیز پر چھوٹی سی دکان سجائے بیٹھا ہوا بچہ، اپنی دن بھر کی کمائی گن رہا تھا۔

ریز گاری کا چھوٹا سا ڈھیر، اُس کے سامنے لگا ہوا تھا۔ ایاز پر نگاہ پڑی تو اُس نے شرما کر سر جھکا لیا۔

اب اگر جاؤ لئے عرض و طلب اُن کے حضور

دست و کشکول نہیں، کاسۂ سر لے کے چلو

اَدھ کھلے دروازے پر دستک دیتے ہوئے اُس کے کندھوں پر شرمندگی کا گہرا بوجھ تھا۔

بس، خدا کرے کہ وہ یہیں۔۔۔۔" اتنی دیر میں کتنی ہی بار یہ تمنا، دُعا بن کر دل سے اُٹھی تھی۔"

کون۔۔۔۔ کس سے ملنا ہے آپ کو؟"

آگے جھولتے پردے کو ہٹا کر، کوئی اُس سے پوچھ رہا تھا۔

"وہ، میں آئمہ کو۔۔۔۔"

"!آئمہ"

زبیدہ خالہ! کوئی آئمہ کو پوچھ رہے ہیں۔" اُس نے وہیں سے پکار کر اندر اطلاع دی۔"

اندر آجایئے۔" ایک طرف ہٹ کر اُسے راستے دیتے وہ بولی۔"

بالکل چھوٹا سا صحن، جہاں قدم رکھنے سے پہلے ہی گھر کے مکین کی خستہ حالی کا بھرپور احساس ہوتا تھا۔ یہ تھا، حبیب چچا کی بیوی کا ٹھکانہ۔۔۔۔ اپنے وقت کی اُبھرتی ہوئی گائیکہ، جن کے متعلق اُس نے ہمیشہ یہ سنا تھا کہ پیسے کے لالچ میں، حبیب چچا کو پھنسا کر شادی کی تھی اور جن کی گائیکی کے بیک گراؤنڈ کو آج تک معاف نہیں کیا گیا تھا۔

وہ یہاں، اس مفلوک الحالی میں اپنی زندگی بسر کرتی رہیں۔ اور اس باعزت، خوشحال خاندان کی دل و جان سے شکر گزار ہیں کہ انہوں نے ان کی بیٹی کو اپنا کر، انہیں اپنے مرحوم شوہر کے سامنے سرخرو ہونے دیا۔

"کون آیا ہے، بتول باجی۔۔۔۔۔۔؟"

سامنے کوٹھڑی نما کمرے کے دروازے میں سے نکلتے ہوئے، آئمہ پوچھ رہی تھی۔ اور پھر جیسے وہیں کھڑی رہ گئی۔

ایک گہرے اطمینان کی سانس، ایاز کے لبوں سے آزاد ہوئی۔

"شکر ہے، اللہ کا، تم یہیں ہو۔"

"تو پھر آپ کے خیال میں کہاں ہونا چاہئے تھا؟"

وہ اُسے دیکھ کر چاہے جتنی بھی حیران ہوئی تھی، مگر اُس کی بات پر وہ حسبِ عادت چڑ چکی تھی۔ "کسی ریل کی پٹڑی، یا "پھر دریا میں جا کر چھلانگ لگا دیتی۔ یہ فکر ہوگی نا، آپ لوگوں کو تو۔

وہ بے ساختہ ہی ہنستا چلا گیا۔ جتنے شدید دباؤ سے وہ ابھی ابھی آزاد ہوا تھا، اس کے بعد اُسے آئمہ کی کوئی بات، اب کبھی بری لگنے والی نہیں تھی، یہ طے تھا۔

ایک منظر، جو اُس کی نگاہوں میں بڑی دیر بعد روشن ہوا تھا، اس میں رنگ بھرنے کے لئے اب اُسے زیادہ وقت درکار

نہیں تھا۔